فضائلِ عشرۂ مبشرہ رضی اللہ عنہم

ازقلم: محمد اصغر کرناٹکی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العٰلمين، والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين، وعلىٰ اٰله واصحابه واهل بيته اجمعين، الذين شادو الدين ومنارة الهدى واليقين.

اعوذ بالله من شيطان الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم: والسابقون الاوّلون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان، رضى الله عنهم ورضوا عنه. صدق الله العظيم.

اللہ رب العزت نے تمام بنی نوعِ انسانی کی رشد وہدایت، دنیوی واخروی سعادت اور صلاح وفلاح کے لیے ایک جامع دستورِ حیات اور مکمل نظامِ زندگی امام الانبیاء، خاتم الرسل محمد عربی -فداہ ابی وامی- صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا اور صیانت وحفاظت، ترویج واشاعت کی ذمہ داری پوری امت کے کندھوں پر ڈالی۔ اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کا مکلف سب سے پہلے اس برگزیدہ ومقدس جماعت کو بنایا جو تقویٰ وطہارت، خلوص وللّٰہیت، زہد وقناعت، توکّل وانابت، جود وسخا، ایثار وقربانی، امانت داری ووفاشعاری، ہمدردی وخیر خواہی، عفت وپاکدامنی، دیانت داری وجانبازی جیسے اوصافِ حسنہ وعالیہ سے آراستہ ومزین تھی۔ یہ جماعت اپنے خالص ایمان، عظیم اخلاص، دین کے تئیں اپنی بہترین خدمات اور کلمۂ الٰہی کی سربلندی کے لیے اپنے زبردست کارناموں کے سبب اس مقام پر پہنچی کہ عرش عظیم

کے رب نے اس جماعت سے اپنی ابدی رضا وخوشنودی کا اعلان اپنی زندۂ جاوید کتاب ''قرآن کریم'' میں متعدد جگہ فرمایا ''لقد رضی اللّٰہ عن المومنین، یوم لایخزی اللّٰہ النبی والذین أمنوا معہ، والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ'' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دنیا ہی میں جنت کی خوش خبری سنا دی، یہاں اس مقدس جماعت میں سے ان دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکرِ خیر کیا جاتا ہے، جن کو آپ نے بیک وقت ان کے نام لے کر جنّتی ہونے کی بشارت دی تھی، جن کو ''عشرۂ مبشرہ'' کہا جاتا ہے۔

عشرۂ مبشرہ

''عشرۂ'' یعنی دس اور ''مبشرہ'' یعنی خوشخبری حاصل کیے ہوئے، اس طرح پورے جملے کا مطلب ہوا ''خوشخبری حاصل کیے ہوئے دس صحابہؓ'' اور شریعت کی اصطلاح میں ''عشرۂ مبشرہ'' ان دس صحابہ کو کہا جاتا ہے، جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں نام بہ نام جنت کی بشارت دی ہے، وہ دس حضرات صحابہؓ یہ ہیں (۱) ابوبکر صدیقؓ (۲) عمر فاروقؓ (۳) عثمان بن عفانؓ (۴) علی بن ابی طالب (۵) سعدؓ بن ابی وقاصؓ (۶) عبد الرحمٰنؓ بن عوف (۷) ابوعبیدہ بن جرّاحؓ (۸) طلحہؓ بن عبید اللہ (۹) زبیر ابن عوامؓ (۱۰) سعید بن زیدؓ۔

مذکورہ دس صحابہؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں ایک ہی مجلس میں ان کے

نام لے کر جنتی ہونے کی بشارت دی تھی، حضرات خلفاء راشدین کے بعد بلند مرتبہ انہیں صحابہؓ کا ہے، اس کا یقین رکھنا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

(عقائد اسلام از مفتی احمد بیمات: ۱۵۸)

ذیل میں ہم ان تمام کی مشترکہ فضیلت ذکر کرتے ہیں:

جامع فضیلت عشرۂ مبشرہ

عن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ابوبکر فی الجنة، وعمر فی الجنة وعثمان فی الجنة وعلی فی الجنة وطلحة فی الجنة والزبیر فی الجنة، وعبدالرّحمٰن بن عوف فی الجنة وسعد بن ابی وقاص فی الجنة وسعید بن زید فی الجنة وابو عبیدة بن الجراح فی الجنة" رواه الترمذی ورواه ابن ماجه عن سعید بن زید (مشکوٰۃ المصابیح ۲/۲۵۵)

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ابوبکرؓ جنتی ہیں، عمرؓ جنتی ہیں، عثمانؓ جنتی ہیں، علیؓ جنتی ہیں، طلحہؓ جنتی ہیں، زبیرؓ جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنتی ہیں، سعدؓ بن ابی وقاصؓ جنتی ہیں، سعید بن زیدؓ جنتی ہیں اور ابوعبیدہ ابن الجرّاح جنتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ جمہور علمائے اہل سنت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد ہی سے یہ سمجھا ہے کہ یہ دس حضرات باقی اصحابِ کرامؓ اور پوری امت میں افضل ہیں، اگرچہ ان

کے علاوہ اور بھی تمام حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مواقع پر اطلاع دی ہے؛ لیکن ان دس حضرات کو دوسرے تمام حضرات کے مقابلہ میں امتیاز اور فضیلت حاصل ہے۔ واللہ اعلم (معارف الحدیث ۸/۲۷۱)

عن سعید رضی اللہ عنہ زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ انه قال: اشهد علی التسعة: انهم فی الجنة ولو شهدت علی العاشر لم أثم، قیل: وکیف ذاک؟ قال کنّا مع رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحراء، فقال: "اثبت حراء فانه لیس علیک الا نبیّ، او صدیق، او شهید" قیل: ومن هم؟ قال: رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وابوبکر وعمر، وعثمان، وعلی، وطلحه، والزبیر، وسعد، وعبدالرحمٰن بن عوف. قیل: فمن العاشر؟ قال: انا. (ترمذی ۲/۲۱۶)

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نو حضرات کے بارے میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ ''جنتی'' ہیں اور اگر ایک دسویں آدمی کے بارے میں بھی شہادت دوں کہ وہ جنتی ہیں تو خطار کار نہ ہوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ''یہ بات کس طرح؟ (یعنی آپ کس پر یہ بات فرمارہے ہیں؟ تو اس کے جواب میں) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کہ ہم لوگ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حراء پہاڑ پر تھے، (پہاڑ میں جنبش پیدا ہوئی، اور وہ حرکت کرنے لگا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے حراء! ساکن ہوجا! اس وقت تیرے اوپر یا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یا صدیق ہیں، یا شہید، اس کے بعد

حضرت سعید بن زیدؓ سے دریافت کیا گیا ''وہ کون حضرات تھے؟'' تو انہوں نے بتایا: ایک خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (آپ کے علاوہ) (۲) ابو بکرؓ (۳) عمرؓ (۴) عثمانؓ (۵) علیؓ (۶) طلحہؓ (۷) زبیرؓ (۸) سعدؓ (یعنی ابن ابی وقاص) (۹) عبد الرحمٰن ابن عوفؓ'' لوگوں نے آپؓ سے کہا: بتلائیے کہ دسواں آدمی کون ہے؟ تو فرمایا: ''خود یہ بندہ''۔

جن حضرات کے اسمائے گرامی کا ذکر حضرت سعید بن زیدؓ نے کیا ہے، ان میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نبی ہیں اور حضرت ابوبکر: صدیق بلکہ ''صدیقِ اکبر'' ہیں، اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ؛ یہ پانچوں شہید ہوئے۔ باقی حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زیدؓ؛ یہ تینوں بھی بلاشبہ ''صدیقین'' میں سے ہیں۔ (معارف الحدیث ۸ / ۲۸۸)

حدیث میں مذکور یہ دس جلیل القدر صحابہؓ جنت کی بشارت کے ساتھ جو بہت زیادہ مشہور اور ممتاز ہیں، اس کی مختلف وجوہات میں سے ایک خاص وجہ یہ ہے کہ ان سب حضرات کے حق میں جنت کی بشارت ایک ساتھ ایک حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے؛ ورنہ یہ بات نہیں کہ جنت کی اس طرح مخصوص بشارت ان کے علاوہ اور کسی کے لیے منقول نہ ہو، اوروں کو بھی اس بشارت سے نوازا گیا ہے۔

(مظاہر حق جدید ۷ / ۳۶۷)

اب ہم ذیل میں عشرۂ مبشرہ میں سے ہر ایک کے فضائل ومناقب فرداً فرداً ذکر کرتے ہیں:

فضائلِ حضرت ابوبکر صدیقؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اسم گرامی: عبد اللہ، کنیت: ابو بکرؓ، (کنیت ہی سے آپؓ معروف ہیں، نام بہت کم لوگ جانتے ہیں) والد کا نام: عثمان ہے، کنیت: ابوقحافہ (آپ بھی کنیت سے جانے جاتے ہیں) لقب: صدیق اور عتیق۔ نسبت: تیمی اور قریشی۔ ولادت: ہجرت سے اکیاون سال پہلے مکہ میں۔ وفات: ۱۳ھ مدینہ میں۔ عمر: تریسٹھ سال۔ آپ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ غسل آپؓ کی زوجۂ محترمہ اسماءؓ بنت عمیس کرائے۔ پس اہلیہ محترمہ ہی نے غسل دیا، اور حضرت عمرؓ بن خطابؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپؓ کی خلافت: دوسال چار ماہ رہی۔ صدیق لقب واقعۂ معراج کی تصدیق کرنے کی وجہ سے ملا۔ آپؓ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں، آپؓ کے بے شمار فضائل ہیں۔

(اکمال فی اسماء الرجال، حرف الباء، فصل فی الصحابہ ۵۸۳۔ تحفۃ القاری، کتاب المناقب: ۱۸۴)

آپؓ کی فضیلت کی خاص آیت سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۴۰ ہے: ”إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ

حَكِيمٌ (التوبہ: ۴۰) ترجمہ: اگر تم لوگ رسول اللہ کی مدد نہ کرو گے تو (اللہ آپ کی مدد کرے گا، جیسا کہ) اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اس وقت کر چکا ہے جبکہ (اس سے زیادہ مصیبت و پریشانی کا وقت تھا جب کہ) آپ کو کافروں نے (تنگ کر کے مکہ سے) جلا وطن کر دیا تھا جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے (اور دوسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے) جس وقت کہ دونوں (صاحب) غار (ثور) میں (موجود) تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو! یقیناً اللہ تعالیٰ (کی مدد) ہمارے ساتھ ہے، سو (وہ مدد یہ ہوئی) کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی (طرف سے) تسلّی نازل فرمائی اور آپ کو (ملائکہ) ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا، اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات (اور تدبیر) نیچی کر دی (وہ نا کام رہے) اللہ ہی کا بول بالا رہا (کہ اس کی تدبیر اور حفاظت غالب رہی) اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

(معارف القرآن ۴/ ۳۷۵)

تفسیر روح المعانی (۴/ ۹۷) میں دار قطنی وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا: ”انت صاحبی فی الغار وانت معی علی الحوض“۔

اسی طرح سورۂ نور آیت نمبر ۲۲ ”ولا یأتل اولوالفضل منکم والسّعۃ ان یؤتوا اولی القربیٰ والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللّٰہ ولیعفوا والیصفحوا

الا تحبون ان يغفر الله لكم والله غفور الرحيم'' میں آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف عنوانات سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت؛ بلکہ افضلیت اور امت میں ان کے امتیازی مقام کا ذکر خاص اہتمام سے فرمایا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الوفات کے موقع سے متعدد ایسی حدیثیں ارشاد فرمائیں جن سے بغیر کسی شک وشبہ کے یقین کے ساتھ معلوم ہوجاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ کی امت کے افضل ترین فرد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی قائم مقامی یعنی خلافت کے لیے وہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں متعین تھے۔ان زبانی ارشادات کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں (جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منجانب اللہ معلوم ہوچکا تھا کہ اسی مرض میں میری وفات مقدر ہوچکی ہے) اصرار اور تاکید کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امام نماز بنا کر اس طرف امت کی واضح رہنمائی بھی فرمادی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وفات کے سلسلہ کی ان حدیثوں کے علاوہ چند اور حدیثیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور افضلیت کے بارے میں ذیل میں درج کی جارہی ہیں،ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات بھی ہیں اور بعض اکابر صحابہ کی شہادتیں بھی۔ (معارف الحدیث ٨ / ١٩٣)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد متصلاً بلا فصل حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہیں

عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه قال: "اتت امرأة الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فامرها ان ترجع الیه، ارأیت ان جئت ولم اجدک کأنها تقول الموت قال ان لم تجدینی فأتی ابابکر". (بخاری شریف ۱/۵۱۶) ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کسی معاملہ کے بارے میں اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ پھر (بعد میں کبھی) آنا، اس عورت نے عرض کیا کہ یہ بتلایئے کہ اگر میں آئندہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ حدیث کے راوی جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں کہ غالباً اس عورت کا مطلب یہ تھا کہ اگر میں آئندہ آؤں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رحلت فرما چکے ہوں، تو میں کیا کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابوبکرؓ کے پاس آجانا۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد متصلاً بلا فصل حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ ہونے کی طرف کھلا اشارہ ہے۔ (معارف الحدیث ۸/ ۱۹۴)

امامت صغریٰ میں امامت کبریٰ کی طرف صاف اشارہ تھا

۲۹ صفر ۱۱ھ بروز دوشنبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنازے میں بقیع تشریف لے گئے، واپسی پر راستے میں دردِ سر شروع ہوا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کا آغاز تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حالت میں گیارہ دن نماز پڑھائی، مرض

کی کل مدت ۱۳ یا ۱۴ دن تھی۔ وفات سے چار دن پہلے تک سخت تکلیف کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی نمازیں پڑھاتے رہے، آخری دن بھی مغرب کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی نے پڑھائی، اور اس میں سورۃ المرسلات تلاوت فرمائی؛ لیکن وفات سے چار دن پہلے عشاء کے وقت مرض بڑھ گیا اور غشی طاری ہوگئی، جب ہوش آیا تو دریافت فرمایا: لوگوں نے نماز پڑھ لی؟'' عرض کیا گیا: نہیں! لوگ آپ کا انتظار کررہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میرے لیے لگن میں پانی رکھو، گھر والوں نے ایسا ہی کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غسل فرمایا، مگر جب اٹھنا چاہا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر غشی طاری ہوگئی، جب افاقہ ہوا تو دریافت کیا: ''لوگوں نے نماز پڑھ لی؟'' عرض کیا گیا: نہیں! لوگ آپ کا انتظار کررہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوبارہ سہ بارہ غسل فرمایا؛ مگر ہر بار جب اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو غشی طاری ہوجاتی، بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہلوایا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان ایام میں نماز پڑھائی۔ (الرحیق المختوم بحوالہ تحفۃ الالمعی ۸ / ۳۱۶)

بعض لوگ اس واقعہ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بعد خلافت کا فیصلہ فرما کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ نامزد کردیا تھا؛ کیوں کہ لوگوں کو نماز پڑھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانشینی کا پہلا مظہر ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر میں

بیماری کے دوران ہی ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں تشریف لائے

اور ارشاد فرمایا: ''اللہ نے اپنے ایک بندے کو یہ حق دیا ہے کہ خواہ وہ دنیا کو اختیار کرلے خواہ آخرت کو؛ لیکن اس نے آخرت میں اللہ کے قرب کو اختیار کیا۔'' ابوبکرؓ سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود اپنا ذکر فرمارہے ہیں، وہ زاروقطار رونے لگے، یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی اور انہوں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ! آپ پر ہماری جانیں اور ہماری اولاد قربان ہو۔ کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہ سکیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: ''مسجد میں لوگوں کے گھروں کے جس قدر دروازے ہیں وہ بند کردیے جائیں سوائے ابوبکرؓ کے دروازے کے''، پھر حضرت ابوبکرؓ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ''میں نے اپنے صحابہ میں سے ابوبکر سے افضل کسی کو نہیں پایا اور اگر بندوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا؛ لیکن ابوبکر سے میرا تعلق ہم نشینی، بھائی چارے اور ایمان کا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ ہمیں اپنے پاس اکٹھا کرے''۔

(یہ روایت ابن ہشام کی ہے، یہی حدیث صحاحِ ستہ میں مختلف الفاظ سے آئی ہے)۔ (ابوبکر صدیقِ اکبر:۶۰)

حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھے

عن عائشة عن عمر بن الخطاب، قال: ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا و خیرنا، واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''ابوبکرؓ ہمارے سردار، ہم میں سب سے افضل اور ہم میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو محبوب تھے!''

حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت اور بلند مقامی کے بارے میں یہ حضرت عمرؓ کا

بیان ہے، جس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اور ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرزِ عمل کے مشاہدہ پر ہے۔ (معارف الحدیث ۸/۱۹۶)

یہی محبوبیت دلیلِ افضلیت ہے، چنانچہ اجماعِ امت: حضرت ابوبکرؓ افضلِ امت ہیں۔ (تحفۃ الالمعی ۸/۳۰۶)

غزوۂ ذات السلاسل میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو امیر بنایا، لشکر میں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ بھی تھے، حضرت عمرو ابن عاصؓ ابھی نئے مسلمان ہوئے تھے، یہ غزوہ ۸ھ میں پیش آیا، جب غزوہ سے فائز المرام ہوکر لشکر واپس آیا تو حضرت عمرو بن عاص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہؓ، انہوں نے پوچھا: مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا: ان کے والد، انہوں نے پوچھا: پھر؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمرؓ، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی آدمیوں کے نام لیے۔ (بخاری شریف ۱/۵۱۷، مناقب ابی بکرؓ)

بارگاہِ نبوت میں رسوخ

اسی غیر معمولی تقرب ورسوخ کی بنا پر صحابۂ کرام جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برہم دیکھتے تھے تو آپ ہی کی وساطت سے عفو ودرگذر کی درخواست پیش کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ابوجہل بن ہشام کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا، چوں کہ یہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے خلاف تھا؛ اس لیے جب وہ بارگاہِ نبوت

میں حاضر ہوئے تو روئے انور پر برہمی کے آثار نمایاں تھے، یہ دیکھ کر حضرت علیؓ باہر چلے آئے اور حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر پھر حاضرِ خدمت ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا تو چہرۂ مبارک ہشاش بشاش ہوگیا اور برہمی کے آثار جاتے رہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی رازداری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی راز کو بھی کبھی ظاہر نہیں ہونے دیا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کا پیغام دیا، سن کر خاموش رہے اور جب کچھ دنوں بعد وہ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہوگئیں تو حضرت عمرؓ سے ملاقات کرکے کہا: ''شاید تم کو میری خاموشی ناگوار ہوئی ہوگی''۔ بولے کیوں نہیں! فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ سے آگاہ تھا اور اس راز کو قبل از وقت ظاہر نہیں کرسکتا تھا۔ (بخاری شریف، کتاب المغازی، غزوۃ البدر، ۲/۵۷۱۔ سیر الصحابہ ۱/ ۷۴)

حضرت ابوبکرؓ جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک موقع پر) ارشاد فرمایا: کہ جبرئیل امین میرے پاس آئے، میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا دروازہ دکھلایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکرؓ نے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سن کر عرض کیا کہ) حضور! میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ میں بھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتا اور میں بھی اس دروازہ کو

دیکھتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر! تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میری امت میں سب سے پہلے تم جنت میں داخل ہوگے۔

بلاشبہ یہ اس کی روشن دلیل ہے کہ امت میں سب سے افضل اور عالی مرتبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (معارف الحدیث: ۸/ ۱۹۶)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرشتے جنت کے ہر دروازے سے بلائیں گے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جوڑا یا بار بار خرچ کرتا ہے اس کو جنت کے (متعدد) دروازوں سے بلایا جائے گا، اے بندۂ خدا! یہ دروازہ تیرے لیے بہتر ہے، پس جو شخص نمازیوں میں سے ہوگا اس کو نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جس کو جہاد سے دلچسپی ہوگی اس کو جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جس کو صدقہ سے دلچسپی ہوگی اس کو صدقہ کے راستہ سے بلایا جائے گا اور جس کو روزوں سے دلچسپی ہوگی اس کو سیرابی کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اگر کوئی ان میں سے کسی بھی دروازہ سے بلایا جائے تو کچھ ضرورت نہیں یعنی کافی ہے، مگر کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جسے سبھی دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اور مجھے امید ہے: تم اس میں سے ہو۔ (بخاری شریف ۱/ ۵۱۷)

فائدہ: سابقین میں سے جو لوگ بلند پایہ ہیں ان کے لیے نیکوکاری اور اعمالِ صالحہ کی زیادتی دو، تین، چار دروازے بھی کھول لے گی اور وہ قیامت کے

دن متعدد دروازوں سے بلائے جائیں گے، ادھر حضرت صدیق اکبرؓ سے تو یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ ان کو جنت کے سبھی دروازوں سے بلایا جائے گا۔

”والکمل من السابقین یفتح علیھم الاحسان من با بین، وثلاثه، واربعة فیدعون یوم القیامة منھا، وقد وعد بذلک ابوبکر الصدیق رضی اللّٰہ عنه. (رحمۃ اللّٰہ الواسعہ ۵۰-۴/۴۹)

فضائل ابوبکر صدیقؓ بشکل نظم

وہی صدیق پہلا مومنِ وحیٔ رسالت ہے
وہی دنیا میں پہلا حافظِ ختمِ نبوت ہے
وہی صدیقِ اکبر جو رفیقِ غار وہجرت ہے
نبی کے جاں نثاروں میں وہ معیارِ صداقت ہے
اسی کے نام محرابِ نبوت کی امامت ہے
کہ جس کا سارا سرمایہ محمد کی محبت ہے
نبی کے بعد امت کے لیے پہلی قیادت ہے
مشیت سایہ فگن جس پہ ہے ایسی امامت ہے
وہ سابق بھی ہے اول بھی ہے تصدیقِ رسالت میں
کہ ہر ایک خیر کا اعزاز گویا اس کی قسمت ہے

اسی کے خوف سے لرزاں ہیں بت جھوٹی نبوت کے
وہ سارے من گھڑت اوہام کے حق میں قیامت ہے
احد ہو، بدر ہو، خندق ہو، طائف ہو، کہ مکہ ہو
وہ ہر ایک معرکہ میں حق کا عنوانِ شجاعت ہے
وہ جان ومال کے ایثار میں معیارِ حق ٹھہرا
کہ جس کا گھر کا گھر حق کے لیے مصروفِ خدمت ہے
روانہ کرنے والا وہی جیشِ اسامہ کا
کہ جس کے ہاتھ سے واہونے والا بابِ نصرت ہے
محمد کی غلامی کا شرف ایسا ملا اس کو
کہ زیرِ گنبدِ خضریٰ بھی حاصل اس کو قربت ہے
وہ برقِ اماں ہے خرمنِ الحاد کے حق میں
وہی جو اہل ایماں کے لیے ایک ابرِ رحمت ہے
کتاب اللہ کی تدوین کا اعزاز کہتا ہے
کہ قرآن کی حفاظت میں وہ ایک دستِ مشیت ہے
ہے جس کی ہر ادا اخلاص کا تابندہ افسانہ
اسی نقشِ وفا کے واسطے نذرِ عقیدت ہے

امامِ اہلِ حق کی بارگاہِ صادقیت میں
قصیدہ منقبت کا سرو لے کر پیشِ خدمت ہے

(ابوبکر صدیق اکبر: ۳)

فضائل حضرت عمرؓ فاروق

نام نامی: عمر۔ کنیت: ابوحفص۔ والد کا نام: خطاب۔ نسبت: قرشی، عدوی، ولادت: ہجرت سے چالیس سال پہلے۔ وفات: ۲۳ھ۔ نبوت کے پانچویں سال اور ایک قول کے مطابق چھٹے سال اسلام قبول کیا۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو قوت حاصل ہوئی، اور حق و باطل کھل کر سامنے آ گیا؛ اس لیے آپ کا لقب ''فاروق'' رکھا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے ہیں۔ کل عمر: تریسٹھ ۶۳ سال، مدتِ خلافت: ساڑھے دس سال۔

(اکمال فی اسماء الرجال: ۶۰۲)

حضرت عمرؓ کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگا

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ''اللهم اعز الاسلام باحب هٰذين الرجلين اليک بابی جهل او بعمر بن الخطاب، قال: وكان أحبهما إليه عمر. (ترمذی ۲/۲۰۹)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے میرے اللہ! اسلام کو عزت اور قوت عطا فرما ابوجہل کے ذریعہ یا عمر بن

خطاب کے ذریعہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک ان دونوں میں زیادہ محبوب عمرؓ تھے۔ تقدیرِ الٰہی میں یہ سعادت حضرت عمرؓ کے لیے مقدر ہو چکی تھی، ان کے حق میں دعا قبول ہوگئی اور ان کو توفیق مل گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے جو کام لیا خاص کر خلافت کے دس سالوں میں وہ بلاشبہ امت میں ان کا اور صرف ان کا حصہ ہے۔

حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے سے اسلام اور مسلمانوں کو بڑی قوت حاصل ہوئی۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: ہم خانۂ کعبہ کے پاس نماز پڑھنے پر قادر نہ تھے؛ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت صہیبؓ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو اسلام پردے سے باہر آیا، اس کی علی الاعلان دعوت دی گئی، ہم حلقے بنا کر بیت اللہ کے گرد بیٹھے، بیت اللہ کا طواف کیا۔

(معارف الحدیث ۸ / ۲۰۷)

حضرت عمرؓ محدَّث (ملہم) تھے

عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لقد کان فیما کان قبلکم من الامم ناس، محدثون فان یکن فی امتی احد فانہ عمر. (مسلم ۲/۲۷۶)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث یعنی ایسے لوگ ہوتے تھے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی نعمت سے خاص طور پر نوازے جاتے تھے، اگر میری امت میں سے کسی کو

اس نعمت سے خاص طور پر نوازا گیا تو وہ عمرؓ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے اور میری امت میں اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے اس خصوصیت کے ساتھ نوازا ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ حدیث کے الفاظ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں شک وشبہ تھا، آپ کی امت جب خیر الامم اور اگلی امتوں سے افضل ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں بھی ایسے خوش نصیب بندے ہوں گے جو کثرتِ الہامات کی نعمت سے نوازے جائیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا مقصد ومدعا اس بارے میں حضرت عمرؓ کی خصوصیت اور امتیاز سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کے بارے میں حضرت عمرؓ کو تخصص وامتیاز حاصل تھا۔ (معارف الحدیث ۸ / ۲۰۳)

"والسبب فی تخصیص عمر رضی اللہ عنہ بالذکر لکثرۃ ماوقع له فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الموافقات التی نزل القرآن مطابقالها". (فتح الباری ۷/۵۱)

مذکورہ حدیث میں خصوصیت سے حضرت عمرؓ کے ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بہت ساری باتوں میں قرآن کریم حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق اترا۔

حضرت عمرؓ کے قلب ولسان پر ہمیشہ حق بات

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: "ان اللہ جعل الحق علی

لسان عمر وقلبہ" (ترمذی ۲۰۹/۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان پر اور اس کے قلب میں حق رکھ دیا ہے۔

اس روایت کا حاصل اور مدعا یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جن خاص انعامات سے نوازا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کے دل میں جو کچھ آتا ہے اور جو کچھ وہ زبان سے کہتے ہیں، وہ حق ہی ہوتا ہے، وہ حق ہی سوچتے اور حق ہی بولتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ان پر خصوصی انعام تھا۔ (معارف الحدیث ۸ / ۲۰۴)

حکمِ خداوندی حضرت عمرؓ کی موافقت میں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے تین باتوں میں اپنے خداوند تعالیٰ سے موافقت کی: مقام ابراہیم کے بارے میں، پردے کے مسئلہ میں اور غزوۂ بدر کے قیدیوں کے مسئلہ میں۔ (مسلم شریف ۲ /۲۷۶)

واقعہ یہ ہے کہ ذخیرۂ احادیث میں کم از کم پندرہ ایسے واقعات کا ذکر ملتا ہے کہ کسی مسئلہ میں حضرت عمرؓ کی ایک رائے ہوئی یا ان کے قلب میں داعیہ پیدا ہوا کہ کاش اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم آجاتا تو وہی حکم وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگیا۔ اس حدیث میں ان میں سے صرف تین کا ذکر کیا گیا ہے: ایک مقامِ ابراہیم سے متعلق حکم کا، دوسرے پردے کے بارے میں، تیسرے غزوۂ بدر کے

قیدیوں کے بارے میں؛ جس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ ''مقامِ ابراہیم'' وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے قدمِ مبارک کا بطور معجزہ نشان پڑ گیا تھا اور جس کو تعمیرِ بیت اللہ کے وقت آپ علیہ السلام نے استعمال کیا تھا۔ (معارف القرآن ۱/ ۲۶۵)

وہ پتھر اسی زمانہ سے محفوظ چلا آرہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے تک خانۂ کعبہ کے قریب ہی میں ایک جگہ کھلا رکھا رہتا تھا، بعد میں اس کو عمارت میں محفوظ کر دیا گیا، اب وہ جس شکل میں محفوظ ہے وہ مرحوم و مغفور شاہ فیصل بن عبد العزیز سعود کے دورِ حکومت کی یادگار ہے۔

حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ خواہش ظاہر کی کہ کاش! ایسا ہو کہ مقامِ ابراہیم کو خصوصیت سے نماز کی جگہ قرار دے دیا جائے تو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۳۵ نازل ہوئی اور اس میں حکم آ گیا'' واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی'' اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لیا کرو۔ آیت کا سہل الفہم مطلب یہ ہے کہ طواف کے بعد جو دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں وہ مقامِ ابراہیم کے پاس پڑھی جائیں۔

دوسرا مسئلہ حجاب یعنی پردے سے متعلق ہے، جب تک مستورات کے لیے حجاب یعنی پردے کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا، عام مسلمانوں کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں بھی بضرورت صحابۂ کرامؓ کی آمد و رفت ہوتی تھی، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ داعیہ پیدا فرمایا کہ خاص کر ازواج مطہرات کے لیے حجاب کا خصوصی حکم آ جائے، چنانچہ اس بارے میں آیت نازل ہوگئی:

”واذا سئلتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب“۔ (الاحزاب: ۵۴)

تیسری بات یہ کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور مشرکین کی شکست کے بعد ان کے جو آدمی گرفتار کر کے قیدی بنائے گئے ان کے متعلق میرے رائے یہ تھی کہ یہ سب اسلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور مسلمانوں کے جانی دشمن اور اکابر مجرمین ہیں، ان سب کو قتل کر دیا جائے، ان کو زندہ چھوڑنا ایسا ہی ہے جیسے زہریلے سانپوں کو زندہ چھوڑنا؛ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحم دلی کا غلبہ تھا، ان کی رائے فدیہ لے کر چھوڑنے کی ہوئی اور اسی پر عمل کیا گیا، بعد میں سورۂ انفال کی وہ آیات نازل ہوئیں، جو میری رائے کے مطابق تھیں۔

یہاں پر یہ بات خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کہ واقعہ یہ تھا کہ ان تینوں مسئلوں میں وحیٔ الٰہی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کی تھی؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از راہِ ادب اس کو اس طرح تعبیر کیا کہ میں نے حکمِ خداوندی کی موافقت کی تین مسئلوں میں۔ بلاشبہ یہ حسنِ ادب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی تعلیم و تربیت اور فیضِ صحبت کا نتیجہ تھا۔ (معارف الحدیث ۸/ ۲۰۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین داری میں بلند پایہ تھے

عن ابی سعید الخدری، قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول: ”بينا انانائم رأيت الناس عرضوا عليّ وعليهم قمص منها مايبلغ الثدی ومنها مايبلغ دون ذلک وعرض علی عمر وعليه قميص اجتره“ قالوا: فمااولته؟ يا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قال: الدین". (بخاری شریف ۱/۵۲۱)

میں نے خواب میں لوگوں کو دیکھا: وہ میرے سامنے پیش کیے جارہے ہیں، دراں حالیکہ انہوں نے کرتے پہن رکھے ہیں، کسی کا کرتا سینے تک پہنچا ہوا ہے کسی کا اس سے نیچے تک، اور میرے سامنے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پیش کیے گئے، دراں حالیکہ انہوں نے ایک ایسا کرتا پہن رکھا ہے جس کو وہ گھسیٹ رہے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اس کی تعبیر کیا لی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دینداری۔

خواب میں جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے تھے وہ بظاہر امت کے مختلف طبقات اور درجات کے لوگ تھے، کچھ وہ تھے جن کے دین میں مختلف درجات کا نقص تھا اور ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کا دین بہت کامل تھا، وہ سراپا دین تھے، ان کا دین ان کی اپنی ہستی سے بھی زیادہ تھا۔

(معارف الحدیث ۸/۲۰۹)

یہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ "عرض علی الناس" میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اس کی کیا دلیل ہے؟ ممکن ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس منظر میں نہ ہوں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بدن پر اتنا لمبا کرتا تھا کہ وہ گھسیٹ کر چلتے تھے" اس سے

یہ لازم نہیں آتا کہ ''حضرت ابوبکرؓ کے بدن پر اس سے بھی زیادہ لمبا کرتا نہ ہو، ہوسکتا ہے کہ ہو؛ لیکن یہاں پر صرف حضرت عمرؓ کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہو، اسی لیے صرف اسی پر اکتفا کیا ہو۔ (فتح الباری ۷/ ۵۱)

ایک جواب یہ بھی ہے کہ یہ جزوی فضیلت ہے جو کلی فضیلت کے معارض نہیں ہوتی، جیسے زید دورۂ حدیث میں اول نمبر سے کامیاب ہوا، مگر بکر کے ترمذی میں ۵۰ نمبر ہیں اور زید کے ۴۵۔ پس ترمذی کے نمبرات کے اعتبار سے بکر کو فضیلت حاصل ہے؛ مگر یہ جزوی فضیلت ہے، اور مجموعی فضیلت کے اعتبار سے زید اول آیا ہے یہ کلی فضیلت ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/ ۲۳۲)

حضرت عمرؓ علم میں بھی بلند پایہ تھے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خواب دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نوش فرمایا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ سیرابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناخنوں تک میں محسوس ہورہی ہے یعنی آپ کا رواں رواں سیراب ہوگیا، پس آپ نے بچا ہوا دودھ حضرت عمرؓ کو عنایت فرمایا، صحابہؓ نے پوچھا: اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم۔ (بخاری شریف ۱/ ۵۲۰)

دودھ اور علم میں یہ مناسبت ہے کہ دودھ اور علم کثیر النفع ہیں، دودھ جسمِ انسانی کے لیے بہترین نافع غذا ہے، اسی طرح علمِ حق جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو، روح کے لیے بہترین اور نافع غذا ہے۔

علمائے عارفین نے کہا ہے کہ علمِ حق کی صورتِ مثالیہ دوسرے عالم میں دودھ کی ہے، جو شخص خواب دیکھے کہ اس کو دودھ پلایا جارہا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو علمِ نافع عطا ہوگا۔ (معارف الحدیث ۸/ ۲۰۸)

مذکورہ حدیث میں علم سے مراد سیاسی علم ہے، حضرت عمرؓ کو اس میں خصوصیت حاصل ہے، بہ نسبت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے؛ اس لیے کہ آپؓ کی خلافت کا زمانہ بہ نسبت حضرت ابوبکرؓ کے بہت لمبا رہا، اور حضرت عثمانؓ کی بہ نسبت بھی خصوصیت حاصل ہے؛ اس لیے کہ لوگ آپؓ (حضرت عمرؓ) کی اتباع پر متفق تھے بہ نسبت حضرت عثمان کے۔ (فتح الباری ۷/ ۴۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے ہوئے علمِ حق میں حضرت عمرؓ کا خاص حصہ تھا اور حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد جس طرح دس سال انہوں نے خلافت اور نبوت کی نیابت کا کام انجام دیا اور جس طرح امت کی رہنمائی فرمائی وہ اس کی دلیل اور شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علمِ حق سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ازالۃ الخفاء میں فاروق اعظمؓ کے علمی کمالات پر جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ اہلِ علم کے لیے قابل دید ہے، اس کے مطالعہ سے اس بارے میں فاروق اعظمؓ کے امتیاز اور انفرادیت کو پوری طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

(معارف الحدیث ۸/ ۲۰۸)

جس گلی سے حضرت عمرؓ گذرتے تھے شیطان وہ گلی چھوڑ دیتا تھا

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں: حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت مانگی، آپ کے پاس قریش کی عورتیں تھیں، یعنی آپ کی بیویاں تھیں، وہ آپؐ سے کسی معاملہ میں بات کر رہی تھیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کی زیادتی کا مطالبہ کر رہی تھیں، ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، پس جب حضرت عمرؓ نے اجازت مانگی وہ سب اٹھ کر پردہ میں چلی گئیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اجازت دے دی، وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس رہے تھے، حضرت عمرؓ نے کہا، اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش رکھے اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حیرت ہوئی ان عورتوں پر جو میرے پاس تھیں، جب انہوں نے آپ کی آواز سنی تو وہ ایک دم پردہ میں چلی گئیں، حضرت عمرؓ نے کہا: آپ اے اللہ کے رسول! زیادہ حق دار تھے کہ وہ آپ سے ڈرتیں، پھر حضرت عمرؓ نے کہا: اے اپنی ذات کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ڈرتیں! انہوں نے جواب دیا: تم سخت مزاج ہو، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نہیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کبھی کسی کشادہ گلی میں شیطان آپ سے ملاقات کرتا ہے تو وہ اس گلی کو چھوڑ کر دوسری گلی اختیار کرتا ہے۔ (بخاری شریف ۱/ ۵۲۰)

''فیه فضیلة عظیمة لعمر رضی الله عنه''. (فتح الباری ۷/ ۴۷)

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے جب لوٹ کر واپس آئے تو ایک کالی حبشی باندی آئی، اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحیح سلامت واپس لائیں، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ڈفلی بجاؤں گی اور اشعار پڑھوں گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تو نے نذر مانی ہے تو بجالے؛ ورنہ نہیں'' پس وہ بجانے لگی، پھر حضرت ابوبکرؓ آئے اور وہ بجاتی رہی، پھر حضرت علیؓ آئے اور وہ بجاتی رہی، پھر حضرت عثمانؓ آئے اور وہ بجاتی رہی، پھر حضرت عمرؓ آئے تو اس نے ڈفلی اپنی سرین کے نیچے کرلی، اور اس پر بیٹھ گئی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمر! شیطان یقیناً آپ سے ڈرتا ہے'' میں بیٹھا تھا اور وہ بجارہی تھی، پھر ابوبکرؓ آئے وہ بجاتی رہی، پھر علیؓ آئے اور وہ بجاتی رہی، پھر عثمانؓ آئے اور بجاتی رہی، پھر اے عمر! جب تم آئے تو اس نے ڈفلی چھپالی''۔(ترمذی ۲/ ۲۱۰)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ہم نے شور وغل اور بچوں کی آواز سنی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تو ایک حبشی عورت کھیل رہی تھی اور اس کے اردگرد بچے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہؓ! آؤ دیکھو!'' پس میں آئی اور میں نے اپنے جبڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مونڈھے پر رکھ دیے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مونڈھے اور سر کے درمیان سے دیکھنے لگی، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''کیا تمہارا پیٹ نہیں

بھرا"میں نے کہا: نہیں، پھر کچھ وقت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارا پیٹ نہیں بھرا"؟ میں کہتی رہی: نہیں! تا کہ میں اپنا مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں دیکھوں۔ پس اچانک حضرت عمرؓ نکل آئے تو لوگ اس کے پاس سے تتر بتر ہو گئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں شیاطین الانس والجن کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ عمر کی وجہ سے بھاگے جا رہے ہیں" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: پس میں بھی لوٹ گئی۔ (ترمذی ۱/ ۲۱۰)

شیاطین جن چیزوں سے بھاگتے ہیں: ان کی اہمیت ظاہر ہے، وہ اذان اور اقامت سن کر بھاگتے ہیں، اس سے ان دونوں کی اہمیت واضح ہوتی ہے، پس جب شیاطین الجن ہی نہیں، شیاطین الانس بھی حضرت عمرؓ کو دیکھ کر بھاگتے ہیں تو اس سے آپؓ کی اہمیت وفضیلت ثابت ہوتی ہے۔ (تحفۃ الالمعی ۸/ ۳۳۲)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عمرؓ سے بے تکلفی

حضرت عبداللہ بن ہشامؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ہم نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر چل رہے تھے۔ (بخاری شریف ۱/ ۵۲۲) یہ نہایت درجہ محبت اور بے تکلفی کی دلیل ہے۔ (تحفۃ الالمعی ۷/ ۲۱۵)

حضرت عمرؓ راہِ خدا میں شہید ہوئے

حضرت انسؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ صدیق اور عمر بن خطاب اور عثمان

بن عفانؓ بھی تھے، اچانک پہاڑ جنبش کرنے لگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پیر اس پر مارا اور کہا: ''احد! ٹھہر جا! تیرے اوپر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں''۔ (ترمذی)

حضرت عمرؓ دعا کرتے تھے: ''الٰہی! مجھے اپنے راستے میں شہادت نصیب فرما، اور میری موت مدینۃ الرسول میں مقدر فرما۔ چنانچہ حضرت مغیرہؓ کے مجوسی غلام ابولؤلؤ نے فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے آپؓ پر خنجر سے وار کیا اور ایسا کاری زخم لگایا کہ آپؓ اس سے جانبر نہ ہوسکے اور تین دن بعد وفات پا کر جوارِ رسول میں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر بے پایاں رحمت کی بارش فرمائیں۔ (آمین)

(تحفۃ الالمعی ۸/۳۳۶)

حضرت عمرؓ کے اور بہت سارے فضائل ہیں۔ جیسے جنت میں حضرت عمرؓ کا محل ہونا۔ (بخاری ۱/۵۲۰) حضرت علیؓ کا حضرت عمرؓ جیسے اعمال کی تمنا کرنا۔ (بخاری ۱/۵۲۰) حضرت عمرؓ کو جنت کی بشارت ملنا وغیرہ۔

ابوبکر و عمرؓ افضل امّت کیوں ہیں؟

ابوبکرؓ و عمرؓ کی بدگوئی کرنے والے کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ تعلق نہیں۔ (ترمذی ۲/۲۰۹) قوت ایمانی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر و عمرؓ کو اپنے ساتھ لیا۔ (ترمذی ۲-۲۱۰)

امت کے قابلِ اعتبار تمام علما اس پر متفق ہیں کہ افضلِ امت حضرت ابوبکرؓ ہیں، پھر حضرت عمرؓ فاروق، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کارِ نبوت کے دو بازو

ہیں: ایک اللہ تعالیٰ سے دین حاصل کرنا، دوسرا: لوگوں میں اس کو پھیلانا۔ ظاہر ہے کہ اللہ سے دین حاصل کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی شریک نہیں؛ البتہ دین کی اشاعت کے لیے تدبیر و تالیف ضروری ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی اس معاملہ میں پیش پیش رہے۔ فجزاهما الله عن امة محمد صلى الله عليه وآله وسلم احسن الجزاء. (آمین) (رحمۃ اللہ الواسعہ ۵ / ۶۷۷)

فضائل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان

اسم گرامی: عثمان۔ والد کا نام: عفان۔ کنیت: ابو عبد اللہ۔ لقب: ذو النورین۔ قبیلہ: اموی، قریشی۔ ولادت: مکہ میں ہجرت سے ۴۷ سال پہلے، شہادت مدینہ میں ۳۵ھ میں۔

بالکل ابتدا میں اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے، حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت فرمائی۔ غزوۂ بدر میں شرکت نہیں فرمائی؛ اس لیے کہ حضرت رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھیں، تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تیمارداری کے خاطر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس چھوڑ دیا؛ لیکن غزوۂ بدر میں حاصل ہونے والی غنیمت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے ایک حصہ متعین فرمایا: بیعتِ رضوان کے موقع پر حاضر نہیں تھے؛ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کے لیے مکہ بھیج دیا تھا؛ لیکن جب بیعت ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف

سے ہے۔

حضرت عثمانؓ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیق ہوں گے

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لکل نبی رفیق فی الجنة، ورفیقی فیها عثمان بن عفان“ ہر نبی کے لیے جنت میں کوئی ساتھی ہوگا اور میرا ساتھی جنت میں عثمانؓ بن عفان ہے۔ (ترمذی ۲/۲۱۰)

بلاشبہ یہ حضرت عثمانؓ کی بہت بڑی فضیلت ہے، اور نبی کا اس طرح کہنا ورفیقی فیها عثمان بن عفان ان سے محبت کی علامت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو جنت کی بشارت دی

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے، انہوں نے بیان فرمایا: کہ میں مدینہ کے ایک باغ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ایک شخص آئے اور انہوں نے دروازہ کھلوانا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ ان کے لیے دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی بشارت دو، میں نے ان کے لیے دروازہ کھول دیا تو دیکھا کہ ابوبکرؓ ہیں، میں نے ان کو جنت کی بشارت دی، اس پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ پھر ایک اور شخص آئے اور انہوں نے بھی دروازہ کھلوانا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ان کے لیے دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی خوش خبری دو، میں نے ان کے لیے دروازہ کھول دیا تو دیکھا کہ عمرؓ ہیں، میں نے ان کو وہ بتلا دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا تو انہوں نے اللہ کی حمد کی۔ پھر اور ایک شخص نے

دروازہ کھلوانا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ان کے لیے بھی دروازہ کھول دو، اوران کو جنت کی خوش خبری دو ایک بڑی مصیبت پر جو ان کو پہنچے گی، میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، میں نے ان کو وہ بتلا دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا تو انھوں نے اللہ کی حمد کی اور کہا: اللّٰہ المستعان. (بخاری ۱/ ۵۲۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تسلی دی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحب زادی (ام کلثوم) کا انتقال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عثمان! اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے تم سے نکاح کر دیتا؛ کیوں کہ میں تم سے بہت راضی اور خوش ہوں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غیر معمولی صدمہ تھا، اس کی تعزیت اور تسلی و تسکین کا یہ بہترین طریقہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ کریمی اور خلقِ عظیم کے عین مطابق تھا۔ (معارف الحدیث ۸/ ۲۳۶)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذی النورین کا لقب من جانب اللہ تھا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بذریعۂ وحی حکم دیا کہ اپنی دونوں عزیز بیٹیوں کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کروں۔ (ابن عدی، دار قطنی، ابن عساکر بحوالہ معارف الحدیث ۸/ ۲۳۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

ساتھ پہلے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح بھی اللہ کے حکم سے کیا تھا اور ہجرت کے دوسرے سال ان کی وفات کے بعد دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا نکاح بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ بذریعۂ وحی ملنے والے حکمِ خداوندی سے ہی کیا تھا۔ (معارف الحدیث ۸ / ۲۳۵)

مالی ایثار

حضرت عبدالرحمٰن بن خبابؓ کہتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے سامان تیار کرنے کی ترغیب دے رہے تھے، پس حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: میرے ذمہ راہِ خدا میں سو اونٹ ہیں، ان کے ٹاٹوں اور کجاؤں کے ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر لشکر کا سامان تیار کرنے کی ترغیب دی، تو حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ذمہ راہِ خدا میں دوسو اونٹ ہیں ان کے ٹاٹوں اور کجاؤں کے ساتھ، پھر تیسری مرتبہ لشکر کے لیے سامان فراہم کرنے کی ترغیب دی، تو حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے، اور عرض کیا: میرے ذمہ راہِ خدا میں تین سو اونٹ ہیں ان کے ٹاٹوں اور کجاؤں کے ساتھ، پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ منبر سے یہ فرماتے ہوئے اترے: "ما علیٰ عثمان ما عمل بعد" اس کے بعد عثمانؓ جو کریں گے اس کا ضرر ان کو نہیں پہنچے گا!۔ (ترمذی ۲ / ۲۱۱)

اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبیٔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک ہزار دینار لائے، جب انہوں نے جیش عسرہ کے لیے سامان تیار کیا: یعنی چندہ دیا پس اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پھیلا دیا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنی گود میں پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے: ماضر عثمان ماعمل بعد الیوم، آج کے بعد عثمان جو کچھ کریں گے اس کا ضرر ان کو نہیں پہنچے گا۔ یہ بات دو مرتبہ فرمائی۔ (ترمذی ۲/۲۱۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کی امداد واعانت میں سب سے زیادہ حصہ لیا، حضرت عبدالرحمٰن بن خباب کی مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیب پر انہوں نے چھ سو اونٹ مع ساز وسامان کے پیش کیے۔

شارحینِ حدیث نے بعض دوسری روایات کی بنیاد پر لکھا ہے کہ ان چھ سو کے علاوہ انھوں نے ساڑھے تین سو اونٹ اور پیش کیے۔ دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ اونٹوں کے علاوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اشرفیاں بھی لا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں ڈال دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ان عطیات کو قبول فرما کر مجمعِ عام میں یہ بشارت سنادی اور بار بار فرمایا: "ماعلی عثمان ماعمل بعد ھذہ" (مطلب یہ کہ جنت اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہی عمل اور یہی مالی قربانی کافی ہے)۔

مومنین صادقین کو اس طرح کی بشارتیں دنیا وآخرت کی فکر اور اس کے

لیے سعی وعمل سے غافل نہیں کرتیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت ورضا جوئی میں اضافہ کااورمزیددینی ترقیات کاباعث ہوتی ہیں۔(معارف الحدیث ۸/۲۲۱،۲۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (صلح حدیبیہ کے موقع سے) حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت رضوان کی جوان کے لیے اپنی بیعت سے بہتر تھی۔(ترمذی ۲/۲۱۱)

حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضرت عثمانؓ فضیلت میں تیسرے نمبر پر تھے۔(ترمذی ۲۰/۲۱۱)

جس کو حضرت عثمانؓ سے بغض ہے وہ اللہ کے نزدیک مبغوض ہے۔(ترمذی ۲/۲۱۲)

حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کے لیے بئرِ رومہ، اور مسجد کے لیے قطعۂ زمین خرید کراس کے بدلے جنت کو پالیا۔(ترمذی ۲/۲۱۲)

فضائل حضرت علیؓ ابن ابی طالب

اسم گرامی: علی۔والد کا نام: ابوطالب۔کنیت: ابوالحسن اورابوالتراب۔

بچوں میں آپ سب سے پہلے ایمان لائے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچازاد بھائی، پرورده اور داماد۔آپ کی اٹھائیس اولاد تھی: گیارہ صاحبزادے اور سترہ صاحب زادیاں۔منجملہ عشرۂ مبشرہ کے ایک۔ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا بھائی بنایا۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے سوائے غزوۂ تبوک کے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ بنائے گئے، مدتِ خلافت:

چار سال نو ماہ اور چند دن ۴۰ھ میں شہید کیے گئے۔ (تحفۃ الالمعی ۸/۳۵۱)

حضرت علیؓ دنیا و آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی ہیں

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: "اخی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین اصحابہ، فجاء فدمع عیناہ فقال: اخیت بین اصحابک ولم تواخ بینی وبین احد؟ فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "انت اخی فی الدنیا والاٰخرۃ" (رواہ الترمذی ۲/۲۱۳) **حضرت عبداللہ بن عمرؓ** سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی تو حضرت علیؓ آئے اس حال میں کہ ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور عرض کیا کہ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخاۃ کا رشتہ قائم فرمایا اور میرے اور کسی دوسرے کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواخاۃ قائم نہیں فرمائی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

ظاہر ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ کو یہ سن کیسی مسرت اور خوشی ہوئی ہوگی، بلا شبہ حضرت علیؓ مرتضیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو قرابت نصیب تھی وہ صرف ان ہی کا حصہ تھا جیسا کہ معلوم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے اور دامادی کے شرف سے بھی مشرف فرمائے گئے۔ (معارف الحدیث ۷/۲۴۹)

علیؓ اللہ و رسول کے محب و محبوب تھے

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے

دن ارشاد فرمایا کہ کل میں پرچم ایک ایسے شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح کرے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے۔ پس جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، سب یہ امید اور تمنا رکھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو پرچم عطا فرمائیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "علی بن ابی طالب" کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ: ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجو، چنانچہ ان کو بلا کر لایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں اپنا آبِ دہن ڈال دیا، تو وہ ایسے اچھے ہوگئے کہ گویا ان کو تکلیف تھی ہی نہیں۔ اس کے بعد ان کو پرچم عنایت فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا میں خیبر والوں سے اس وقت تک جنگ کروں کہ وہ ہماری طرح ہوجائیں (یعنی اسلام قبول کرلیں)، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم آہستہ روی کے ساتھ جاؤ؛ یہاں تک کہ ان کی زمین اور ان کے علاقہ میں پہنچ جاؤ، پھر ان کو اسلام کی دعوت دو، اور ان کو بتلادو کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق واجب ہوگا، خدا کی قسم! تمہارے ذریعہ ان میں سے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت نصیب ہوجائے، یہ بات تمہارے حق میں اس سے بہتر ہے کہ مالِ غنیمت میں سرخ اونٹ تم کو ملیں۔ (بخاری ۱/ ۵۲۵)

اس حدیث میں ہے کہ وہ اللہ و رسول کا محب و محبوب ہوگا، اور اللہ اس کے

ذریعے یہ آخری قلعہ بھی فتح کرے گا۔ بلاشبہ یہ بڑی فضیلت اور سعادت تھی۔ (معارف الحدیث ۸ / ۲۴۰) نیز اس میں نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ بھی ہے اس طور پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل یہ پرچم ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو اس قلعہ کو فتح کرے گا۔ (عمدۃ القاری ۱۶ / ۲۹۶)

چار لوگوں سے محبت کرنے کا حکم

عن ابن بریدۃ عن ابیہ، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللّٰہ امرنی بحب اربعة واخبرنی انه یحبهم" قیل: یا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سمهم لنا؟ قال: "علیّ منهم" یقول ذلک ثلاثا، ابو ذر، والمقداد، وسلمان وامرنی بحبهم، واخبرنی انه یحبهم". (ترمذی ۲/۲۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ نے مجھے چار لوگوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے اطلاع دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں'' لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے ان حضرات کو نامزد فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''علی رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک ہیں''۔ یہ بات تین بار فرمائی۔ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور مقداد رضی اللہ عنہ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، اور مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے اطلاع دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں۔

ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے

عن ابی سریحه او عن زید بن ارقم عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: "من کنت

مولاہ فعلی مولاہ"۔ (ترمذی ۲/۲۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں جس کا مخلص دوست ہوں پس علیؓ بھی اس کے مخلص دوست ہیں، یعنی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہے وہ علیؓ سے بھی محبت رکھے، ان سے عداوت نہ رکھے۔

حضرت علیؓ کے حق میں یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو موقعوں پر فرمائی ہے:

پہلا موقعہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ روانہ فرمایا، اور اس کے دو حصے کیے، ایک کا امیر حضرت علیؓ کو اور دوسرے کا حضرت خالد بن ولیدؓ کو بنایا، اور ہدایت دی کہ جب جنگ ہو تو سارے لشکر کے امیر حضرت علیؓ ہوں گے، جنگ ہوئی، مال غنیت ہاتھ آیا، اس کے خمس (پانچویں حصہ) میں سے حضرت علیؓ نے ایک باندی لی، کیوں کہ اس میں ذوی القربیٰ کا بھی حصہ ہوتا ہے، اور اسی رات اس سے مقاربت فرمائی۔ یہ بات حضرت بریدہؓ اور حضرت خالدؓ کو کھلی؛ کیونکہ باندی میں استبرائے رحم ضروری ہوتا ہے۔ واپسی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوپر مذکور حدیث ارشاد فرمائی کہ میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہیں۔ اور وہ ہر مسلمان کے دوست ہیں یعنی ان کی شکایت گویا میری شکایت ہے، اور شکایت، نفرت اور عداوت پر دلالت کرتی ہے، حالاں کہ علیؓ سے ہر مسلمان کو محبت ہونا چاہیے! اور حضرت براء کی روایت میں ہے کہ: "تمہارا کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں۔ (ترمذی ۲/ ۲۱۴)

دوسرا واقعہ: ۹ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو قاضی بنا کر یمن بھیجا۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۰ھ میں حج فرمایا تو حضرت علیؓ یمن سے سیدھے مکۂ مکرمہ آکر حج میں شریک ہوئے، وہ یمن سے ایک لشکر کے ساتھ آئے تھے۔ جب مکۂ مکرمہ قریب آیا تو آپؓ نے ایک شخص کو لشکر کا امیر بنایا اور خود آگے بڑھ گئے؛ تاکہ جلد از جلد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کریں، پیچھے امیر نے لشکریوں کو ایک ایک قیمتی جوڑا تقسیم کیا؛ تاکہ وہ پہن کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کریں، جب لشکر مکہ پہنچا اور حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی تو آپؓ نے امیر لشکر کے عمل کو نادرست قرار دیا اور وہ جوڑے واپس لے لیے، یہ بات لشکریوں کے لیے باعثِ شکایت بن گئی، چنانچہ حج سے واپسی میں مقامِ جحفہ کے قریب غدیر خم میں، جہاں سے یمن والوں کا راستہ الگ ہوتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے خطاب فرمایا، مقصود یمن والوں کو مطمئن کرنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''میں جس کا مولیٰ (دوست) علی اس کا مولیٰ (دوست)'' یعنی جسے مجھ سے محبت ہے، اور یہ محبت ہر مومن کو ہوتی ہے، اسے چاہیے کہ علیؓ سے بھی محبت رکھے، معمولی باتوں کی وجہ سے ان سے ناراض نہ ہو اور شکایت نہ کرے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! جو علیؓ سے محبت کرے آپ اس سے محبت کریں، اور جو علیؓ سے عداوت رکھے آپ اسے دشمن سمجھیں''۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن والوں کو مطمئن کر کے رخصت کیا۔ (تحفۃ الالمعی ۸ / ۳۵۶،۳۵۵)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی محبت اور خصوصی قرب و تعلق کا اظہار انہیں الفاظ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مختلف مواقع پر فرمایا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مومن ہی محبت رکھتا ہے اور منافق ہی عداوت رکھتا ہے

زرّ بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات پاک کی قسم جو دانے کو پھاڑ کر پودا نکالتا ہے اور جس نے جانداروں کو پیدا فرمایا، نبیٔ امی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خصوصیت سے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھ سے وہی بندہ محبت کرے گا جو مومنِ صادق ہوگا اور وہی شخص مجھ سے بغض و عداوت رکھے گا جو منافق ہوگا۔

(مسلم شریف بحوالہ معارف الحدیث ۲۴۱/۸)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جن عظیم انعامات اور دینی فضائل سے نوازا، مثلاً یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت اسلام پر سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے محبت فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ان کے نکاح میں دے کر دامادی کا شرف عطا فرمایا، اکثر غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہے، بار بار میدانِ جہاد و قتال میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر کارہائے نمایاں انجام دیے اور جیسا کہ مندرجۂ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ غزوۂ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ارشاد و عمل سے یہ ظاہر فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محبّ و محبوب ہیں۔ الغرض یہ اور اس جیسے

دوسرے فضائل اور خداوندی انعامات کا یہ حق ہے کہ ہر مومنِ صادق ان سے محبت کرے اور ان سے بغض و کینہ نہ رکھے، اس لیے کہ ان سے بغض و کینہ رکھنے والے ایمان کی حقیقت سے محروم اور نفاق کے مریض ہیں۔ (معارف الحدیث ۸ / ۲۴۲)

اللہ تعالیٰ اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اور اپنے سب محبین اور محبوبین کی (جن میں بلاشبہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی خاص مقام و مرتبہ ہے) محبت اس عاجز کو اور سب اہل ایمان کو نصیب فرمائے۔ آمین

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی ایک ادنیٰ سی جھلک ہے؛ ورنہ بہت ساری احادیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان فرمایا گیا ہے، تنگیٔ وقت کی بنا پر ذیل میں اشارے درج کیے جاتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہم مزاج تھے۔ (ترمذی ۲ / ۲۱۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کہ حق ادھر ہو جدھر علی رضی اللہ عنہ ہوں۔ (ترمذی ۲ / ۱۱۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ مومن کامل ہیں۔ (ترمذی ۲ / ۱۱۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض و نفرت نفاق کی علامت ہے۔ (ترمذی ۲ / ۲۱۳)

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علم و حکمت کا گھر اور علی اس کا دروازہ۔ (ترمذی ۲ / ۲۱۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگی صلاحیت میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے زیادہ تھے۔
(ترمذی ۲ / ۳۱۴)

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملنے کا اشتیاق۔ (ترمذی ۲ / ۲۱۴)

فضائلِ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

نام نامی: طلحہ، باپ کا نام عبید اللہ۔ کنیت: ابو محمد۔ لقب: طلحۃ الجود، طلحۃ الخیر، طلحۃ الفیاض۔ قبیلہ: تیمی قریشی۔ یہ عشرۂ مبشرہ میں سے تھے اور اصحاب شوریٰ میں سے بھی۔ اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں میں سے ایک۔ غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی؛ اس لیے کہ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن زید کے ساتھ قریش کے تجارتی لشکر کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا۔ ولادت: ہجرت سے ۲۸ سال پہلے۔ شہادت: جنگ جمل میں بروز جمعرات ۱۰ / جمادی الآخرۃ ۳۶ھ، بصرہ میں مدفون ہیں۔ مدتِ عمر: ۶۴ سال۔

(اکمال فی اسماء الرجال ص:۶۰۱)

عن قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ قال: رایت ید طلحہ التی وقی بھا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد شلت"۔ (بخاری ۱/۵۲۷) قیس بن حازم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا جس کے ذریعہ انہوں نے غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچایا تھا شل ہو چکا تھا۔

جنگِ احد کے دن ایک وقت ایسا آیا کہ دشمن کے تیر اندازوں نے خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے تیروں کا نشانہ بنا کر آپ کو شہید کر دینا چاہا، اس وقت جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیروں کی بوچھار ہو رہی تھی، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی سپر کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچانے کی کوشش کی، اسی حال میں ہاتھ ایسا

زخمی ہوگیا کہ ڈھال ہاتھ سے گر گئی، تو انہوں نے خود اپنی ذات اور اپنے پورے جسم کو خاص طور سے اپنے ہاتھ کو سپر بنالیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنے والے ہر تیر کو ہاتھ سے روکا۔ دشمن کا ایک تیر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہیں پہنچنے دیا، جس کی وجہ سے ایک ہاتھ بالکل شل ہوگیا اور پورا جسم گویا چھلنی ہوگیا۔ روایات میں ہے کہ ان کے جسم کے اوپر اسّی سے زیادہ زخم شمار کیے گئے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق زندہ رہے اور احد کے بعد بھی تقریباً تمام ہی غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک دین اور امتِ مسلمہ کی خدمت ہی ان کا نصب العین اور ان کی زندگی کا مصرف رہا، یہاں تک کہ جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه وارضاہ.

(معارف الحدیث ۸ / ۲۷۲)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ چلتے پھرتے شہید

عن ابی نضرة قال: قال جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللہ عنہ: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یقول: من سرہ ان ینظر الی شهید یمشی علی وجه الارض، فلینظر الی طلحة بن عبید اللّٰہ" (ترمذی ۲/۲۱۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جسے یہ بات خوش کرے یعنی جسے خوشی ہو کہ وہ کسی شہید کو دیکھے دراں حالیکہ وہ سطحِ زمین پر چل رہا ہے یعنی زندہ ہے تو چاہیے کہ وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے''۔ (تحفۃ الالمعی ۸ / ۳۷۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

یہ بات منکشف فرمادی گئی تھی کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ شہید ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس ارشاد میں جس خاص انداز میں ان کے شہید ہونے کی اطلاع دی، ظاہر ہے کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقصد ان کی ایک خاص فضیلت اور عند اللہ ان کی شہادت کی غیر معمولی اہمیت اور مقبولیت بیان فرمانا تھا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال فرمانے کے قریباً پچیس سال بعد جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ان کی شہادت کی طلاع دینا آپ کے معجزات میں سے ہے۔ (معارف الحدیث ۸ / ۲۷۲)

طلحہ نے اپنے لیے جنت واجب کرلی

حضرت زبیرؓ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنگ احد کے موقع پر دو زرہیں پہن رکھی تھیں، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک چٹان پر چڑھنا چاہا، مگر چڑھ نہ سکے تو حضرت طلحہ بیٹھ گئے (تاکہ آپ ان کے اوپر قدم مبارک رکھ کر کے پتھر کی اس چٹان تک پہنچ سکیں، چنانچہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان پر اپنا پائے مبارک رکھ کر پتھر کی اس چٹان تک پہنچ گئے۔ حضرت زبیرؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: اوجب طلحة یعنی طلحہ نے اپنے لیے جنت واجب کرلی۔ (ترمذی ۲ / ۲۱۵)

حضرت طلحہؓ کی منقبت میں حضرات صحابہؓ کے اشعار

حضرت طلحہؓ نے احد کے دن اپنی بہادری کے ایسے ایسے جوہر دکھائے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ احد سے واپس ہوتے ہوئے حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ تم طلحہ کی تعریف میں کچھ اشعار کہو۔ چنانچہ حضرت حسانؓ نے یہ اشعار کہے:

وطلحه يوم الشعب اسى محمدا		على ساعة ضاقت عليه وشقت

اور گھاٹی کے دن طلحہ نے تنگی اور مشکل کی گھڑی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری غم خواری کی اور ان پر جاں نثاری کی۔

يقيه بكفيه الرماح واسلمت		اشاجعه تحت السيوف فشلت

اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیزوں سے بچاتے رہے۔اور (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچانے کے لیے) انہوں نے اپنے ہاتھوں کے پوروے تلوار کے نیچے کر دیے، جس سے وہ پورے شل ہو گئے۔

وكان امام الناس الا محمدا		اقام رحى الاسلام حتى استقلت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ باقی تمام لوگوں سے آگے تھے، اور انہوں اسلام کی چکی کو ایسا کھڑا کیا کہ وہ مستقل چلنے لگی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت طلحہؓ کی تعریف میں یہ اشعار کہے:

حمى النبى الهد ى والخيل تتبعه		حتىٰ اذاما لاقوا حامى عن الدين

طلحہ نے نبیٔ ہادی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی، حالانکہ گھڑسوار آپ کا پیچھا کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب وہ سوار قریب آجاتے تو یہ دین کی خوب حفاظت کرتے۔

صبرا على الطعن اذ ولّت حماتهم		والناس من بين مهدى ومفتون

جب حفاظت کرنے والے لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے اس وقت انہوں نے نیزوں پر صبر کیا، اور اس دن لوگ دو طرح کے تھے ہدایت یافتہ اور آزمائش میں مبتلا۔

يا طلحة بن عبيد الله قد وجبت		لک الجنان وزوجت المها العين

اے طلحہ بن عبید اللہ! تمہارے لیے جنت واجب ہوگئی اور خوب صورت اور آہو چشم حوروں سے تمہاری شادی ہوگئی۔

ان کی تعریف میں حضرت عمرؓ نے یہ شعر کہا:

حمى نبي الهدىٰ بالسيف منصلتا		لما تولىٰ جميع الناس وانكشفوا

جب تمام لوگوں نے پشت پھیر لی اور ہٹ گئے، اس وقت طلحہ نے ننگی تلوار سے نبیٔ ہادی کی حفاظت کی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تم نے سچ کہا۔

(حیاۃ الصحابہ ۱/ ۲۹۴۔ کنز العمال ۱۳/ ۹۷)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہؓ کو فیاض کہا

حضرت سلمہؓ بن اکوع فرماتے ہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے پہاڑ کے کنارے ایک کنواں خریدا اور (اس کی خوشی میں) لوگوں کو کھانا کھلایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے طلحہ! تم بڑے فیاض اور بہت سخی آدمی ہو۔ (حیاۃ الصحابۃ ۲/ ۲۲۳، الامین)

حضرت طلحہؓ کی بیوی حضرت سعدیؓ فرماتی ہیں، ایک دن حضرت طلحہؓ میرے پاس آئے، وہ مجھے بڑے غمگین نظر آئے۔ میں نے کہا: کیا بات ہے مجھے آپ کا چہرہ بڑا پریشان نظر آرہا ہے، کیا ہماری طرف سے کوئی ناگوار بات پیش

آئی؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم تمہاری طرف سے کوئی ناگوار بات پیش نہیں آئی، تم تو بہت اچھی بیوی ہو، میں اس وجہ سے غمگین و پریشان ہوں کہ میرے پاس بہت مال جمع ہوگیا اور مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس کا کیا کروں؟ (حضرت سعدیٰؓ فرماتی ہیں) میں نے کہا: آپ آدمی بھیج کر اپنے رشتہ داروں اور اپنی قوم کو بلالیں اور ان میں یہ مال تقسیم کردیں، چنانچہ انہوں نے بلا کر ان میں سارا مال تقسیم کردیا، پھر میں نے خزانچی سے پوچھا کہ انہوں نے کتنا مال تقسیم کیا؟ اس (خزانچی) نے کہا: چار لاکھ۔ اسی سخاوت کی وجہ سے انہیں ''طلحہ فیاض'' کہا جاتا تھا، یعنی بہت زیادہ سخی۔ (حیاۃ الصحابہ ۲/ ۲۷۲)

فضائل حضرت زبیر بن عوامؓ

نام نامی: زبیر، باپ کا نام: عوّام، کنیت: ابوعبداللہ، قبیلہ: اسد قریشی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کے لڑکے ہیں۔ چھ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے، آپ نے ہی اسلام میں سب سے پہلے تلوار سونتی۔ ولادت: ہجرت سے ۲۸ر سال قبل۔ شہادت: ۳۶ھ بصرہ میں عمرو بن جرموز نے شہید کیا۔ کل عمر: ۶۴ سال۔ پہلے وادئ سباع میں مدفون ہوئے، بعد میں بصرہ منتقل کیے گئے۔ (اکمال فی اسماء الرجال: ۵۹۵)

حضرت زبیرؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری ہیں

عن جابر قال قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: من يأتيني بخبر القوم يوم الأحزاب؟

قال الزبير: أنا، فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم إن لكل نبي حواريا وحواري الزبير (مسلم ۲/۲۸۱) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ: غزوۂ احزاب کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو دشمن قوم (کے لشکر) کی خبر لائے؟ حضرت زبیرؓ نے عرض کیا: میں (خبر لاؤں گا)، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے حواری ہوتے ہیں، اور میرے حواری زبیر ہیں۔

۵ھ میں یہودیوں کی مفسدہ پردازی سے تمام عرب مسلمانوں کے خلاف امنڈ آیا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے قریب خندق کھود کر اس طوفان کا مقابلہ کیا، حضرت زبیرؓ اُس حصے پر مامور تھے جہاں عورتیں تھیں۔

بنو قریظہ اور مسلمانوں میں باہم معاہدہ تھا؛ لیکن عام سیلاب میں وہ بھی اپنے عہد پر قائم نہ رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافتِ حال کے لیے کسی کو بھیجنا چاہا اور تین بار فرمایا: کون ہے جو اس قوم کی خبر لائے؟ حضرت زبیرؓ نے ہر مرتبہ بڑھ کر عرض کیا کہ: میں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا: ہر نبی کے لیے حواری ہوتے ہیں میرا حواری زبیر ہے۔ اس نازک وقت میں حضرت زبیرؓ کی اس طرح بے خطر تنہا آمد و رفت سے اور ان کی جاں بازی سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر متأثر تھے کہ فرمایا: فداک أبي وأمي یعنی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ (سیر الصحابہ ۲/۸۶) بلاشبہ حضرت زبیرؓ کی یہ بڑی فضیلت ہے۔

(معارف الحدیث ۸/۲۷۵)

ان کے بارے میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ: عشرۂ مبشرہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرح ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابتِ قریبہ حاصل ہے: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے چچا ابوطالب بن عبدالمطلب کے بیٹے ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے ہونے کی وجہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی۔ (معارف الحدیث ۸/۲۷۵)

جنگ اُحُد میں جب تیر اندازوں کی بے احتیاطی سے فتح شکست سے مبدل ہوگئی اور مشرکین کے اچانک حملے سے غازیانِ دین کے پاؤں متزلزل ہوگئے، یہاں تک کہ شمعِ نبوت کے گرد صرف چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم ثابت قدم رہ گئے تھے، تو اس وقت بھی یہ جان نثار حواری جان نثاری کا فرض ادا کر رہا تھا۔ (سیر الصحابہ ۲/۸۶)

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوسی ہوں گے

عن علي قال: سمعت أذني مِن فِي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وهو يقول: طلحة والزبير جارَاي في الجنة. (ترمذی ۲/۲۱۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: میرے دونوں کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہنِ مبارک سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے: طلحہ اور زبیر جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔

یہاں پر یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں

حضرات کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے ہوئے فضائل۔خاص طور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ ارشادات جن میں ان دونوں بزرگوں کے شہید فی سبیل اللہ اور جنتی ہونا ذکر فرمایا گیا ہے۔خاص اہتمام سے بیان فرماتے تھے، چناں چہ یہی حدیث جس میں ان دونوں حضرات کی یہ عظیم ترین فضیلت بیان ہوئی ہے کہ یہ دونوں جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے، اس کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ پیرایۂ بیان اختیار فرمایا کہ: ”سمعت أذني من في رسول اللّٰه صلى الله عليه وآله وسلم يقول“ کہ میرے کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے۔ظاہر ہے کہ یہ پیرایۂ بیان اسی خاص اہتمام کا مظہر ہے۔(معارف الحدیث ۸/۲۷۶)

فضائل حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

نام نامی: عبدالرحمٰن۔باپ کا نام: عوف۔کنیت: ابومحمد۔قبیلہ: زہری، قریشی۔حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ولادت: واقعۂ فیل کے دس سال بعد۔وفات: مدینہ میں ۳۲ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔کل عمر: ۷۲ سال۔

جنگِ احد میں استقامت اور فرشتوں کا ان کی مدد کرنا

حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن صمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ غزوۂ احد کے دن جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھاٹی میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

مجھ سے دریافت فرمایا: ''تم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے ان کو دیکھا ہے، پہاڑ کے سیاہ پتھروں والے حصے کی طرف، ان پر مشرکین کی ایک جماعت حملہ کررہی تھی، میں نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا؛ تاکہ میں ان کو بچاؤں کہ اسی وقت میری نگاہ آپ پر پڑی، تو میں آپ کی طرف چلا آیا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے فرشتے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر دشمنوں سے جنگ کررہے ہیں''۔ (حارث کہتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات سننے کے بعد میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس لوٹ آیا، تو میں نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ سات مشرکوں کی لاشیں ان کے پاس پڑی تھیں میں نے ان سے کہا: آپ کامیاب اور فتح یاب رہیں، کیا ان سب کو تم نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اطارۃ بن عبدِ شرحبیل اور یہ دو، ان کو تو میں نے قتل کیا ہے۔ باقی یہ چار، میں نے نہیں دیکھا کہ ان کو کس نے قتل کیا ہے'' (ان کا یہ جواب سن کر) میں نے کہا ''صادق ہیں اللہ اور اس کے رسول۔ ابنِ مندہ نے اپنی ''مسند'' میں اور طبرانی نے ''معجمِ کبیر'' میں اور ابونعیم نے ''حلیہ'' میں اس کو بیان کیا۔ (معارف الحدیث: ۸/۲۷۷)

اِس حدیث سے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت معلوم ہوئی کہ وہ جنگِ اُحُد کے خاص آزمائش کے وقت میں بھی استقامت کے ساتھ مشرکین سے جنگ کررہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے جنگ میں ان کی مدد

کررہے تھے۔

بلاشبہ یہ واقعہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے خاص فضائل میں سے ہے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا: فرشتے جنگ میں ان کی مدد کررہے ہیں، یقیناً یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھا۔ (معارف الحدیث: ۲۷۹/۸)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز ادا کی

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشری تقاضے سے تشریف لے گئے اور واپس لوٹنے میں تاخیر ہوگئی، اور فجر کی نماز میں جب زیادہ تاخیر ہونے لگی تو مشورہ سے طے ہوا کہ اب نماز ادا کرلی جائے، اور لوگوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر نماز شروع کردی، جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو نماز کی ایک رکعت ہوچکی تھی، اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نماز پڑھارہے تھے، جب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کا علم ہوا تو چاہا کہ پیچھے ہٹ کر جماعت میں شامل ہوجائیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اشارہ فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر رہو، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رکعت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں ادا کی، پھر جب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سلام پھیر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بقیہ ایک رکعت پوری فرمائی۔

(مشکاۃ المصابیح: ۵۳/۱)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کو یہ خاص امتیازی شان بھی حاصل ہے کہ حضور ﷺ نے ان کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

(معارف الحدیث:۲۸۱/۸)

حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کو ’’سیدالمسلمین‘‘ فرمایا

ایک حدیث میں ہے امیرالمؤمنین حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کی بیوی حضرت امِ کلثوم بنت عقبہ سے دریافت کیا: (یہ بات صحیح ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے تم سے فرمایا تھا کہ تم عبدالرحمن بن عوف سے نکاح کرلو جو ’’سیدالمسلمین‘‘ ہیں؟ امِ کلثوم نے کہا کہ ہاں! بے شک، (حضور ﷺ نے مجھ سے یہی ارشاد فرمایا تھا)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو ’’سیدالمسلمین‘‘ فرمایا تھا، بلاشبہ یہ ان کی اعلیٰ درجہ کی فضیلت ومنقبت ہے۔

(معارف الحدیث:۲۸۲/۸)

حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کا دامن، فضل وکمال اور اخلاقی جواہر پاروں سے مالا مال تھا؛ خصوصاً خوفِ خدا، حبِّ رسول، صدق وعفاف، ترّحم، فیّاضی اور انفاق فی سبیل اللہ ان کے نہایت درخشاں اوصاف تھے۔

ازواجِ مطہرات کے لیے ایک قیمتی باغ کی وصیت

حضرت ابوسلمہؓ، ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: مجھے تمہارا (ازواجِ مطہرات کا) معاملہ اپنے بعد فکر مند کیے ہوئے ہے (کہ تمہارا کیا ہوگا؟ میں نے تمہارے لیے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا اور تم نے بھی دارِ آخرت کو اختیار کیا ہے اور کچھ جمع نہیں کیا) اور ہرگز صبر نہیں کریں گے تم پر؛ مگر صبر کرنے والے، یعنی باہمت بندے ہی تمہاری خبر گیری کریں گے۔

ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اللہ تمھارے والد کو (یعنی عبد الرحمن بن عوف کو) جنت کی سلسبیل نہر سے سیراب کرے، انھوں نے ازواجِ مطہرات کو ایسی جائیداد دی تھی جو چالیس ہزار دینار میں فروخت کی گئی۔ اور دوسری روایت میں ہے: حضرت عبد الرحمن بن عوف نے ازواجِ مطہراتؓ کے لیے ایک باغ کی وصیت کی تھی جو ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا گیا۔ (ترمذی: ۲/ ۲۱۵) عہدِ نبوی میں درہم و دینار کا یہی تناسب تھا۔ (معارف الحدیث: ۸/ ۲۸۲)

مسندِ احمد میں ام المؤمنین حضرت امِ سلمہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے خود سنا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، آپ اپنی ازواج سے فرماتے تھے کہ: جو شخص میرے بعد اپنی دولت سے تمہاری بھرپور خدمت کرے گا وہ ہے ''صادق الایمان'' اور ''صاحبِ احسان بندہ''، اے اللہ! عبد الرحمن بن عوف کو جنت کی سلسبیل سے سیراب فرما۔ (مسندِ احمد بہ حوالۂ معارف الحدیث: ۸/ ۲۸۱)

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ انبیا علیہم السلام کے ترکے میں وراثت جاری نہیں ہوتی، وہ جو کچھ چھوڑیں وہ فی سبیل اللہ صدقہ ہے، اس لیے

فطری طور پر ازواجِ مطہرات کے لیے از راہِ بشریت یہ فکر و تشویش کی بات ہو سکتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہمارا گزارا کس طرح اور کہاں سے ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مطمئن کرنے کے لیے فرمایا کہ اللہ کا ایک ''صادق الایمان بندہ'' جس کی فطرت میں اللہ نے احسان کی صفت خاص طور پر رکھی ہے تمہاری بھرپور خدمت کرے گا۔ آگے اپنے دعائیہ کلمہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام متعین بھی فرمادیا کہ وہ کون ہوگا؟ ظاہر ہے کہ یہ پیشین گوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ تھا۔

(معارف الحدیث ۸/ ۲۸۲)

مذکورہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ''صادق الایمان'' اور ''صاحبِ احسان'' کہا، اور جنت کی نہرِ سلسبیل سے سیرابی کی ان کے لیے دعا فرمائی، یہ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے۔

فضائلِ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

نامِ نامی: سعد، والد کا نام: مالک بن وہیب۔ کنیت: ابو اسحاق۔ والد کی کنیت: ابو وقاص۔ خاندان: قرشی، زہری۔ یہ بھی عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ سترہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تیر چلایا۔ ولادت: ہجرت سے تیئیس سال قبل۔ وفات: ۵۵ھ میں مدینہ میں، مروان بن الحکم نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال: ۵۸۶)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعدؓ پر اپنے ماں باپ کو فدا کیا

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں سنا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمع کیا ہو اپنے ماں باپ کو کسی کے لیے سوائے سعد ابنِ ابی وقاص کے، میں نے غزوۂ احد کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”یاسعد! ارمِ، فداك أبي وأمي“ اے سعد! تیر چلاتے رہو، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ (مسلم: ۲/ ۲۸۰)

بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ صرف ہمت افزائی نہ تھی؛ بلکہ بہتر سے بہتر الفاظ میں اپنی انتہائی دِلی مسرّت اور خوشی کا اظہار بھی تھا۔

(معارف الحدیث: ۸/ ۲۸۳)

”نیک آدمی“ کے مصداق حضرت سعدؓ

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ تشریف آوری پر (غالباً کسی وقتی حالات کی وجہ سے) نیند نہیں آرہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کاش! کوئی نیک آدمی آج رات میری چوکیداری کرتا، اُسی وقت ہم نے ہتھیار کی جھنکار سنی، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کون ہے؟ تو آنے والے نے کہا: سعد بن ابی وقاص۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیوں آئے ہو؟ حضرت سعدؓ نے عرض کیا: میرے دِل میں آپ کے متعلق خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا کوئی دشمن آپ کو ایذا پہنچائے، آپ کی حفاظت اور چوکیداری ہی کے ارادہ سے آیا ہوں، تب آپ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لیے دعا کی، پھر سو گئے۔ (ترمذی: ۲/ ۲۱۶)

بلا شبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے قلب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ یہ للّٰہی عاشقانہ تعلق ان پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور بڑی فضیلت ہے۔

(معارف الحدیث: ۸/ ۲۸۴)

جہادِ اسلامی کی تاریخ میں سب سے پہلی تیر اندازی

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ میں نے سنا سعد ابن ابی وقاص سے، وہ فرماتے تھے: میں عربوں میں سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں دشمنوں پر تیر اندازی کی۔ اور ہم نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے ایسی حالت میں کہ ہمارے لیے کھانے کا کوئی سامان نہیں ہوتا تھا سوائے درختوں کے پتّوں کے؛ یہاں تک کہ ہم میں سے ایک استنجا کرتا تھا جس طرح اونٹ اور بکری استنجا کرتی ہے، یعنی مینگنیوں کی شکل میں استنجا نکلتا تھا، (بالکل خشک) جس میں کوئی چپک نہیں ہوتی تھی، اب قبیلۂ بنو اسد مجھے احکامِ اسلام سے ناواقف قرار دیتا ہے!! بخدا! تب تو میں نامراد رہا اور میرے سارے عمل غارت گئے۔

واقعہ یہ ہوا تھا کہ بنو اسد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تھی کہ یہ نماز اچھی نہیں پڑھاتے۔ (بخاری شریف: ۱/ ۵۲۸)

واقعہ یہ ہے کہ ہجرت کے پہلے ہی سال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو۔ جس میں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جہاد کے

لیے روانہ فرمایا تھا، اِسی سریے میں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تیر اندازی کی، جہادِ اسلامی کی تاریخ میں یہ پہلی تیر اندازی تھی، اِسی واقعہ کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی توفیق سے راہِ خدا میں میں نے ہی سب سے پہلے تیر چلایا۔ (معارف الحدیث: ۸/۳۸۵)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ''مستجاب الدعوات'' تھے

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: ''اللّٰھم استجب لسعدٍ حین دعاك'' اے اللہ! سعد کی دعا قبول فرما جب وہ دعا کریں۔

(ترمذی: ۲/۲۱۶)

چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ''مستجاب الدعوات'' مشہور تھے، جو بھی دعا کرتے اللہ تعالیٰ قبول فرماتے۔

۲۱ھ میں ایرانیوں نے عراقِ عجم میں نہایت عظیم جنگی تیاریاں شروع کیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِن تیاریوں کا حال سنا تو تمام فوجی مرکزوں میں اسلامی فوج کو بھی تیار کرنے کے احکامات صادر فرمائے، کوفہ اسلامی فوج کا سب سے بڑا مرکز تھا؛ اس لیے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نہایت اہتمام سے تیاری شروع کی؛ مگر یہاں ایسے لوگ پیدا ہوگئے تھے جو جہاد سے جان چُراتے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کی شکایت لکھ کر مدینۂ منورہ بھیجی، تو اُن لوگوں کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے دشمنی پیدا ہوگئی اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی شکایت کی، ان میں ایک

شکایت یہ تھی کہ وہ نماز ٹھیک سے نہیں پڑھاتے، حضرت عمرؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو گورنر بنا کر بھیجا اور آپ کو واپس بلایا، جب آپؓ آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: ابواسحاق! کوفہ والوں نے تمہاری شکایت کی کہ تم نماز ٹھیک سے نہیں پڑھاتے۔ حضرت سعدؓ نے جواب دیا: میں نے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح پڑھاتا ہوں، اس میں ذرّہ برابر بھی کمی نہیں کرتا، پہلی دو رکعتیں طویل پڑھاتا ہوں اور آخری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتا ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: آپ کے بارے میں میرا گمان یہی تھا کہ آپ سنت کے خلاف نماز نہیں پڑھاتے ہوں گے؛ لیکن شکایات کے ازالہ کے لیے باقاعدہ تحقیق بھی ضروری ہے، چنانچہ تحقیقِ احوال کے لیے آپ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو حکم دیا کہ حضرت سعدؓ کو لے کر کوفہ جاؤ اور ہر مسجد میں نماز کے بعد ان کو کھڑا کر کے پوچھو کہ ان کے بارے میں کیا شکایتیں ہیں؟ انہوں نے کوفہ کی ایک ایک مسجد میں جا کر حضرت سعدؓ کے بارے میں تحقیق کی، اہلِ کوفہ حضرت سعدؓ کے اچھے کاموں کی تعریف کرتے رہے اور کسی نے کوئی شکایت والی بات نہیں کہی، صرف بنو عبس کی مسجد میں ایک شخص نے ـ جس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا اور کنیت ابوسعدہ تھی ـ تین شکایتیں کیں:

پہلی شکایت: سعد جنگ کے لیے دستے بھیجتے ہیں؛ مگر خود شریک نہیں ہوتے۔ حضرت سعدؓ کو ''عرق النساء'' (رانوں سے ٹخنوں تک پہنچنے والا درد) کی بیماری تھی، ان کے پیر میں شدید درد تھا، گھوڑے پر سوار ہونا اور میدانِ جہاد میں

جانا ان کے لیے ممکن نہ تھا؛ اسی لیے آپ نے جنگِ قادسیہ میں بلند جگہ پر بیٹھ کر نگرانی وسرپرستی فرمائی تھی۔

دوسری شکایت: مال کی تقسیم میں برابری نہیں کرتے، اور تیسری شکایت یہ کی کہ اپنے فیصلوں میں انصاف نہیں کرتے۔

یہ سن کر حضرت سعدؓ نے تین بددعائیں دیں: اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے اور محض ریاکاری اور شہرت کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی زندگی دراز کر، اس کی غریبی لمبی کر، اور اس کو فتنوں کا نشانہ بنا۔ تین شکایتوں کے بدلے میں تین بددعائیں دیں۔

چونکہ حضرت سعدؓ مستجاب الدعوات تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مستجاب الدعوات ہونے کی دعا فرمائی تھی؛ اس لیے ان کی بددعا قبول ہوئی؛ چنانچہ اُس بدنصیب کی عمر اتنی لمبی ہوئی کہ بھنویں آنکھوں پر گر پڑیں، کوئی چیز دیکھنی ہوتو بھنووں کو اُٹھا کر دیکھتا، راستوں میں لوگوں سے مانگتا پھرتا، اور عورتوں کو راستہ میں چھیڑتا پھرتا، لوگ اُسے برا بھلا کہتے، وہ جواب دیتا: سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔

(بخاری شریف: ۱/ ۱۰۴)

وکان سعدٌ معروفا بإجابة الدعوة. (حضرت سعدؓ مستجاب الدعوات مشہور تھے)۔ (فتح الباری: ۲/ ۲۴۰)

ایک اور حدیث میں ہے: حضرت خیثمہ ابن ابی سبرہؒ (جو کبارِ تابعین اور

ثقات میں سے ہیں) بیان کرتے ہیں کہ میں جب مدینہ آیا تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ: مجھ کو نیک ہمنشین میسّر ہو، (یعنی مجھ کو کوئی ایسا نیک بخت مِل جائے جو ہمنشین بننے کی کامل استعداد اور صلاحیت رکھتا ہو، اور اس کی ہمنشینی سے استفادہ کیا جاسکتا ہو) چنانچہ حق تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسی ہستی مجھ کو میسّر فرمائی جن کی صحبت میں نے اختیار کی (اور بغرضِ استفادہ ان کی خدمت میں حاضری دینے لگا) میں نے (ایک دن اُن سے) عرض کیا: میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ مجھ کو نیک ہمنشین میسّر ہو، تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما کر آپ جیسا ہمنشین مجھ کو میسّر فرمایا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں کوفہ کا رہنے والا ہوں اور وہاں سے چل کر یہاں اس لیے آیا ہوں کہ (نیک وبابرکت ہمنشینی کے ذریعہ) خیر کا جویا اور (اپنے نفس کے لیے) بھلائی کا طلب گار ہوں، (یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: کیا تمہارے درمیان حضرت سعد بن ابی وقاص نہیں ہیں جو مستجاب الدعوات ہیں؟...الخ۔

(مشکاۃ المصابیح: ۵۷۸/۲، جامع فضائل)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے متعلق یہ چند باتیں بھی قابلِ ذکر ہیں، جو صحیح احادیث وروایات میں متفرق طور پر بیان کی گئی ہیں:

ایک موقع سے آپ رضی اللہ عنہ نے خود بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایمان واسلام کی دعوت قبول کرنے والا تیسرا آدمی ہوں، مجھ سے پہلے صرف اللہ

کے دو بندوں نے اسلام قبول کیا تھا، آپؓ اُس وقت صرف سترہ سالہ نوجوان تھے، ان کی والدہ نے ان پر انتہائی دباؤ ڈالا کہ وہ اپنے باپ، دادا کا مشرکانہ دین و مذہب چھوڑ کر اِس نئے دین (اسلام) کو قبول نہ کریں، جب حضرت سعدؓ ان کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے تو انہوں نے قسم کھالی کہ جب تک تو میری بات نہیں مانے گا نہ کچھ کھاؤں گی، نہ کچھ پیئوں گی۔

اسی کے مطابق انہوں نے عمل شروع کردیا، کئی دن تک نہ کچھ کھایا، نہ پیا، اِس درمیان میں تین دفعہ ان پر بے ہوشی بھی طاری ہوئی؛ حضرت سعدؓ ان کو منانے کی کوشش تو کرتے رہے؛ مگر اسلام چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوئے، صحیح مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ اِسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا. (لقمان:۱۵) (مسلم شریف:۲/۲۸۱)

حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کا یہ واقعہ بھی خاص طور سے قابلِ ذکر ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ سے بیعت تو کرلی تھی؛ لیکن جب اس مظلومانہ شہادت کے نتیجہ ہی میں باہمی خانہ جنگی اور قتل وقتال کا فتنہ شروع ہوا تو آپؓ نے اپنے آپ کو اس سے بالکل الگ رکھنے اور دور رہنے کا فیصلہ کرلیا، چنانچہ جب حضرت علیؓ یا ان کے بعض خاص رفیقوں نے آپؓ کو جنگ میں اپنا ساتھ دینے کے لیے آمادہ کرنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ ''مجھ کو ایسی تلوار لاکر دے

دو کہ اس سے میں کافر پر وار کروں تو اس کو قتل کر دے، اور اگر مؤمن پر وار کروں تو کوئی اثر نہ کرے'' اور پھر اس خانہ جنگی اور قتل وقتال سے الگ رہنے ہی پر اکتفا نہیں کیا؛ بلکہ مدینۂ طیبہ کی آبادی سے فاصلہ پر وادیٔ عقیق میں ان کی زمین تھی وہاں مکان بنا لیا اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ سب سے الگ تھلگ وہیں پر رہائش اختیار فرمالی، چاہتے تھے کہ خانہ جنگی کی باتیں بھی ان تک نہ پہنچیں۔

اسلامی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے ہر شخص کو معلوم ہے کہ عراق اور پورا ملکِ فارس انہیں کی قیادت میں فتح ہوا۔ (معارف الحدیث: ۲۸۶/۸)

جیسا کہ مذکورہ بالا سطور میں گذرا کہ حضرت سعدؓ نے مدینۂ منورہ سے سات میل کے فاصلہ پر مقامِ ''عقیق'' میں اپنے لیے ایک قصر تعمیر کرایا تھا، آپ نے اسی میں گوشہ نشینی اختیار کی، اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی، ۵۵ھ میں ستر سال سے زائد عمر میں انتقال فرمایا، بعض نے ۵۴ھ اور بعض نے ۵۸ھ بھی کہا ہے۔

جنازہ کندھوں پر اٹھا کر مدینۂ منورہ لایا گیا اور مسجدِ نبوی میں نمازِ جنازہ ہوئی، مروان ابن حکم نے نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر مقامِ ''بقیع'' میں دفن کر دیا گیا، آپ نے وصیت کی تھی کہ غزوۂ بدر میں اُون کا جو جبّہ میرے جسم پر تھا اُسی میں مجھے کفنایا جائے، وہ میں نے اسی دن کے لیے خاص کر رکھا ہے، چنانچہ اُسی میں آپ کو کفن دیا گیا۔ (اکمال فی اسماء الرجال: مشکاۃ: ۵۹۶۔ اسد الغابہ: ۹۰۸/۲، بحوالۂ ندائے شاہی دسمبر ۲۰۱۱ء: ۴۳، ۴۴)

یہ بات بھی مسلّمات میں سے ہے کہ ''عشرۂ مبشرہ'' میں سب سے آخر میں وفات پانے والے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

(اکمال فی اسماء الرجال، مشکاۃ:۵۹۶، معارف الحدیث:۸/۲۸۷)

فضائل حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت سعید رضی اللہ عنہ بھی عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے، ایک روز وہ جامع مسجد میں عوام کے ایک حلقہ میں بیٹھے تھے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، تو انھوں نے نہایت تعظیم وتکریم کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور اپنے پاس بٹھایا، اِسی اثنا میں ایک دوسرا آدمی اندر آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نامناسب کلمات استعمال کرنے لگا، حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہوسکا، بولے: مغیرہ! مغیرہ! لوگ تمہارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثاروں کو گالیاں دیتے ہیں اور تم منع نہیں کرتے؟ اس کے بعد اصحابِ عشرہ میں سے آٹھ آدمیوں کا نام لے کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی ہے، اور اگر چاہو تو میں نویں آدمی کا نام بھی لے سکتا ہوں، لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا: نواں میں ہوں۔

(سیر الصحابہ:۲/۱۸۶)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی صدیقین میں سے ہیں اور بلاشبہ جنتی ہیں

عن سعيد بن زيد أنه قال: أشهد على التسعة أنهم في الجنة، ولو

شهدت على العاشر لم أثم، قيل: وكيف ذاك، قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بحراء فقال: اثبت حراء! فإنه ليس عليك إلا نبي أو صدّيق أو شهيد ... الخ. (سنن الترمذي: ۲/۲۱۶) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ''میں نو حضرات کے بارے میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ ''جنتی'' ہیں، اور اگر دسویں آدمی کے بارے میں یہی شہادت دوں کہ وہ جنتی ہے تو گنہگار نہ ہوں گا''، آپ سے کہا گیا: یہ بات کس طرح؟ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حراء پہاڑ پر تھے، (پہاڑ میں جنبش پیدا ہوئی اور وہ حرکت کرنے لگا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حراء! ساکن ہوجا؛ اِس وقت تیرے اوپر یا تو اللہ کے نبی ہیں یا صدّیق یا شہید الخ۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی بنیاد پر یقین کرلیا کہ یہ سب حضرات بلاشبہ ''جنتی'' ہیں اور اسی کی بنیاد پر ان کے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے؛ کیونکہ اللہ کے نبی اور رسول اور صدّیق اور شہید کے ''جنتی'' ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (معارف الحدیث ۸/۲۸۸)

(یہ روایت تفصیل کے ساتھ شروع میں گذر چکی ہے۔)

فضائلِ حضرت ابوعبیدہ ابن الجرّاح رضی اللہ عنہ

نامِ نامی: عامر۔ والد کا نام: عبداللہ؛ (لیکن دادا کی طرف منسوب ہوکر ''ابن الجراح'' کے نام سے مشہور ہوئے)۔ کنیت: ابو عبیدہ۔ لقب: امین

الامت۔ ولادت: ہجرت سے چالیس سال قبل۔ وفات: ۱۸ھ۔ منجملہ عشرۂ مبشرہ کے ایک۔ فاتحِ شام۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کی جگہ اسلامی افواج کا سپہ سالارِ اعظم مقرر کیا تھا۔ (تحفۃ الالمعی: ۸/ ۳۸۷)

آپؓ کو بارگاہ نبوت سے امین ہونے کا پروانہ ملا

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إنّ لكلِّ أمة أمينا، وإن أمينَنا أيتها الأمة: أبو عبيدة ابن الجراح.

ہر امت میں کوئی دیانت دار ہوتا ہے، اور ہمارے دیانت دار اے امتِ محمدیہ! ابوعبیدہ ابن الجراح ہیں۔ (بخاری شریف: ۱/ ۵۳۰)

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں: ''عاقب وسید'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے (یہ دونوں نجران کے نصاریٰ کے وفد میں آئے تھے، عاقب کا نام عبدالمسیح تھا، اور سید کا نام اَیھم یا شرحبیل تھا، ان کے ساتھ ابوالحارث بن علقمہ بھی تھا، یہ سب عیسائی مذہب کے بڑے لوگ تھے، ان کو سورۂ آل عمران: آیت: ۶۱ کے مطابق مباہلہ کی دعوت دی گئی، انہوں نے انکار کیا اور اسلامی حکومت سے مصالحت کی) دونوں نے عرض کیا: آپ ہمارے ساتھ اپنے دیانت دار آدمی کو بھیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ابھی تمہارے ساتھ دیانت دار آدمی کو بھیجوں گا جو واقعی دیانت دار ہے، پس لوگ اس کے لیے اُونچے ہوئے (تاکہ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا انتخاب فرمالیں، صحابہؓ کا اس میں حرص کرنا صفتِ مذکورہ کو

حاصل کرنے کے لیے تھا؛ نہ کہ ولایت کو حاصل کرنے کے لیے۔ (فتح الباری: ۷/ ۹۴)
پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ (ترمذی شریف: ۲/ ۲۱۶)

کنز العمال میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مسندِ احمد وغیرہ متعدد کتبِ حدیث کے حوالہ سے بھی نقل کی گئی ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد اِن الفاظ میں نقل کیا گیا ہے: لأبعثنَّ إليكم أميناً حقَّ أمين، أميناً حقَّ أمين، أميناً حقَّ أمين. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”أميناً حقَّ أمين“ کا لفظ تین دفعہ فرمایا، ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین دفعہ اِس کلمہ کے ارشاد فرمانے سے وصفِ امانت کے لحاظ سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت میں اَور اضافہ ہو جاتا ہے۔

(معارف الحدیث ۸/ ۲۹۰)

قرآنِ پاک اور احادیثِ نبویہ میں ”امانت“ کا لفظ بہت وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق سے متعلق جو ذمہ داریاں کسی بندہ پر ہوں، صحیح اور پورے طور پر ان کو ادا کرنا۔

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت وتوفیق سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اِس صفت میں امتیاز حاصل تھا۔ (معارف الحدیث ۸/ ۲۸۹)

اولادِ آدم میں حضراتِ انبیا علیہم السلام کے بعد اگر کوئی جماعت افضل واکمل، اعلیٰ وارفع، متقی و پرہیزگار اور محبوبِ پروردگار ہے تو وہ صرف اور صرف حضراتِ صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی پاکیزہ جماعت ہے، جن کے قلوب

صفاتِ ذمیمہ سے پاک ومنزّہ تھے، ان کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اور آخرت کی لا زوال نعمتوں پر ایسا مضبوط و مستحکم یقین تھا کہ جس کو دنیا و مافیہا کی آرائش وزیبائش کبھی متزلزل نہ کرسکی، ان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسی محبت تھی کہ ان کے حکموں اور اشاروں پر جان قربان کردینا اور راہِ خدا میں خون کا آخری قطرہ بہا دینا نہ صرف سہل وآسان؛ بلکہ اس کو عین سعادت سمجھتے تھے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دینِ مبین کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے لانے والے ہیں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مکمل امانت ودیانت کے ساتھ امت تک پہنچانے والے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اگر دین سمجھایا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوری انسانیت کو عمل کرکے دِکھایا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو "اُولٰئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ" کے ذریعہ "راہِ راست پر ہونے کی" سند دی، کبھی ان کو "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" کے خطاب سے نوازا، تو کبھی "لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ" کا مژدہ سنایا، اور کبھی "اَشِدَّاءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" سے ان کے دینی مزاج وافتادِ طبع کا تذکرہ کیا، تو کبھی "لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ" کے ذریعہ ان سے بغض وعداوت رکھنے والوں کی جبلّتِ فاسدہ وکاسدہ، فطرتِ خبیثہ وخسیسہ کو اُجاگر کیا، کبھی "وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ" إلی قوله: "فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" سے ان کے جذبۂ ایثار وسخاوت اور کمزوروں سے محبت والفت اور اخروی فلاح کو بیان کیا، تو کبھی "تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا" سے ان کی عبادت وریاضت کو سراہا، لا تعداد احادیثِ طیبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مناقب وفضائل میں وارد ہوئی ہیں، جو ان کے اعلیٰ وارفع

ہونے کی کھلی ہوئی شہادتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ''اسوۂ رسول'' و ''اسوۂ صحابہ'' اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

<u>مراجع ومصادر:</u>

① قرآن کریم ② تفسیر روح المعانی ③ بخاری شریف ④ مسلم شریف ⑤ ترمذی شریف ⑥ عمدۃ القاری ⑦ فتح الباری ⑧ معارف الحدیث ⑨ تحفۃ الالمعی ⑩ تحفۃ القاری ⑪ رحمۃ اللہ الواسعۃ ⑫ سیر الصحابہ ⑬ حیاۃ الصحابہ ⑭ کنز العمال مترجم ⑮ ابوبکر صدیق اکبر ⑯ عقائد اسلام ⑰ ندائے شاہی دسمبر ۲۰۱۱ء